اُستادِ پنجاب

حافظ عبدالمنان صاحب محدث وزیرآبادی کے

سوانح حیات پر مشتمل جامع اور مستند کتاب

مرتبہ مولانا عبدالمجید سوہدروی

ترئین وترتیب محمد ادریس فاروقی

مسلم پبلیکیشنز
MUSLIM PUBLICATIONS

حضرت حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی کے شکستہ مکان کا منظر   کھنڈر بتا رہے ہیں کہ عمارت عظیم تھی

اُستاد پنجاب

حافظ عبدالمنّان صاحب محدث وزیرآبادی کے
سوانح حیات پر مشتمل جامع اور مستند کتاب

مرتبہ مولانا عبدالمجید سوہدروی

تزئین و ترتیب محمد ادریس فاروقی

ناشر : مسلم پبلیکیشنز مدیر : حکیم محمد ادریس فاروقی

ڈسٹری بیوٹر

دارالسلام
کتاب وسنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض • جدہ • شارجہ • لاہور
لندن • ہیوسٹن • نیو یارک

ہیڈ آفس : پوسٹ بکس:22743 الریاض:11416 سعودی عرب

فون : 4033962-4043432 (00966 1) فیکس :4021659

ای میل : darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون وفیکس:4614483

جدہ فون وفیکس : 6807752 الخبر فون: 8692900 فیکس: 8691551
شارجہ فون : 5632623 فیکس : 5632624 (009716)

پاکستان : ① 50 لوئر مال نزد ایم ۔ اے ۔ او کالج لاہور فون:7232400 - 7240024 (0092 42)
فیکس:7354072 ای میل darussalampk@hotmail.com
② رحمان مارکیٹ 'غزنی سٹریٹ' اردو بازار' لاہور فون:7120054 فیکس:7320703

لندن فون:5202666 فیکس : 5217645 (0044 208)
ہیوسٹن فون :7220419 فیکس :7220431 (001 713) نیو یارک فون:6255925 (001 718)
Website: http://www.dar-us-salam.com

ایڈیشن : (01) طبع : 2002 تعداد : 1100

مطبع : احمد پرنٹنگ پریس 50 لوئر مال-لاہور فون 7240024

فہرست مضامین

حصہ دوم

تبصرے اور تأثرات

○ صاحب نزہۃ الخواطر فاضل اجل مولانا حکیم سید عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"حضرت عبدالمنان الشیخ العالم الکبیر المحدّث وزیر آبادی فن حدیث میں کامل، بہت بڑے عالم اور عظیم محدّث تھے۔"

○ شیخ الکل سید نذیر حسین محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، مولوی عبدالجبار غزنوی اور حافظ محمد لکھوی نے پنجاب میں دین اسلام کی نشر و اشاعت، کتاب وسنت کی ترقی وترویج اور شرک وبدعت کی تردید وتوبیخ میں جو کارہائے نمایاں سر انجام دیے ہیں ان سے میں بہت خوش ہوں۔ اور مجھے اللہ سے پوری امید ہے کہ تم تینوں میرے شاگردوں نے جو خدمات انجام دی ہیں اللہ تعالیٰ ضرور میری نجات کر دے گا۔ مولوی عبدالجبار غزنوی آیا تھا وہ میری قمیض لے گیا اور یہ میرا عمامہ تم لے جاؤ۔"

○ علامہ میر حسن سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ (آپ علامہ اقبال اور امام العصر مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی کے استاد تھے۔) فرماتے ہیں:

"حافظ عبدالمنان رحمۃ اللہ علیہ میں ایک خاص کمال ہے کہ مسائل میں آپ متشدد اور تنگ نظر نہیں ہیں۔ اگر سوال و جواب کے سلسلہ میں اپنی بات سے رجوع بھی کرنا پڑے تو ہچکچاتے نہیں۔"

○ شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ آپ کے مقام سے کماحقہ آگاہ

تھے۔ آگاہ کیوں نہ ہوتے کہ آپ نے بسلسلہ اکتساب علم ان کے پاس وقت گزارا تھا۔ آپ نے حضرت محدّث وزیر آبادی کے جنازے کے پاس تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

''آج اس زمانہ کا امام بخاری فوت ہو گیا ہے۔''

- محدّث کبیر علامہ شمس الحق عظیم آبادی لکھتے ہیں:

''لَا اَعْلَمُ اَحَدًا فِي تَلَامِذَةِ السَّيِّدِ نَذِيْر حُسَيْنَ الْمُحَدِّثِ الدِّهْلَوِيِّ اَكْثَرَ تَلَامِذَةِ قَدْ مَلَأَ بَنْجَابُ مِنْ تَلَامِذَتِهِ''

میں نے یہاں سید نذیر حسین محدّث کے شاگردوں میں کسی کے شاگرد ان سے زیادہ نہیں دیکھے۔ پنجاب آپ کے شاگردوں سے بھرا پڑے ہے۔''

- حضرت العلام مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

آپ کو جوانی میں حفظ حدیث کا والہانہ شوق تھا۔ آپ نے ''مشارق الانوار'' جس میں تقریباً دو ہزار احادیث ہیں اکتالیس یوم میں حفظ کر لی۔ اسی طرح صحاح ستہ یعنی حدیث کی چھ کتب آپ کو ازبر تھیں۔ احادیث کی اسناد اور رواۃ کی کیفیات آپ کو زبانی یاد تھیں۔

- حضرت مولانا سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

آپ کو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد بار شرف لقا نصیب ہوا۔ حدیث کی کتاب ''مشارق الانوار'' کے حفظ کے دوران آپ کو تین مرتبہ زیارت کی سعادت حاصل ہوئی۔ ایک مرتبہ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے حافظ صاحب کے منہ میں لعاب مبارک ڈالی۔ دوسری مرتبہ آپ سے معانقہ کیا۔ اور تیسری مرتبہ آپ کو رفق وحلم کی نصیحت فرمائی۔ جس کا آپ پر تا زیست خوشگوار اثر رہا۔

عرض ناشر

''استاد پنجاب'' میں شیخ پنجاب استاذ الاساتذہ اور اپنے عہد کے عظیم عالم اور بہت بڑے محدّث حضرت العلام مولانا حافظ عبدالمنان محدّث وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی بیان کیے گئے ہیں۔ اس کتاب کے مصنف حضرت پردادا جان رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ پنجاب رحمۃ اللہ علیہ کے نواسہ تھے۔ آپ نے اس کتاب میں جو واقعات درج فرمائے وہ آپ نے کچھ آنکھوں سے دیکھے اور کچھ کانوں سے سنے' کچھ گھر سے معلوم کیئے۔ غرض بڑی تحقیق اور محنت سے یہ کتاب مرتب کی۔ کیونکہ حضرت شیخ پنجاب رحمۃ اللہ علیہ کے وقت مرحوم کی عمر تقریباً ۱۶ برس تھی اور اس عمر میں آپ پختہ ہو چکے تھے۔ تعلیم کے مراحل طے کرنے کے علاوہ آپ کو بولنے اور لکھنے پر قدرت حاصل ہو چکی تھی۔ اور ۱۶ برس کی عمر میں آپ کی شادی ہوئی۔ حالات و واقعات بتاتے ہیں کہ اُس عمر میں آپ بڑے ذہین و فطین' عالی دماغ اور مضبوط حافظے کے مالک تھے۔ یہ کتاب آپ نے حضرت محدّث وزیر آبادی کی وفات کے کوئی چھ برس بعد جبکہ آپ کی عمر ۲۲ برس تھی' تصنیف فرمائی۔

علاوہ ازیں آپ نے ''استاد پنجاب'' مرتب کرنے کے لیے بیرونی ذرائع بھی استعمال فرمائے۔ آپ کے بہت سے تلامذہ اس وقت زندہ تھے ان سے رابطہ قائم کیا۔ وزیر آباد میں حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اڑوس پڑوس سے حالات دریافت کیے۔ اس کے علاوہ آپ کو مرحوم کا وہ قلمی مسودہ بھی مل گیا جو آپ نے اپنی آخری زندگی میں منشی محمد دین فوق کو لکھوایا تھا۔ اور کچھ ان کا لکھوایا ہوا مواد مولانا عبدالرحمٰن خلیل نظام آبادی مرحوم سے بھی حاصل ہوا۔ اس وقت حضرت مولانا سلطان احمد رحمۃ اللہ علیہ موضع نت کلاں نے آپ کے حالات کو پنجابی اشعار میں لکھ رکھا تھا۔

موصوف نے آپ کو وہ کلام منظوم بھی عنایت کر دیا۔ اس سلسلے میں مولوی عبدالحی صاحب کلاسوالہ سے کچھ واقعات مل گئے۔ ان سب چیزوں کی روشنی میں آپ نے کتاب ''استاد پنجاب'' مرتب کی۔

ہمارے سامنے حضرت محدث وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ پر بعد میں طبع ہونے والی دو کتابیں ہیں۔ ایک جناب پروفیسر منیر احمد السّلفی لاہور نے مرتب فرمائی۔ اس کا نام ہے ''حافظ عبدالمنان وزیر آبادی۔'' اس پر تاریخ اشاعت فروری ۱۹۹۴ء لکھی ہے۔ یہ مطبع مکتبۃ العلمیہ میں طبع ہوئی اور ''اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور'' کی طرف سے شائع ہوئی۔ اس میں ۳۱۔ ابواب اور ۱۳۲ صفحات ہیں۔ ماشاء اللہ بہت اچھی کتاب ہے۔ دوسری کتاب ''تذکرہ حافظ عبدالمنان رحمۃ اللہ علیہ وزیر آبادی'' ہے جو جناب ملک عبدالرشید عراقی صاحب نے تالیف فرمائی۔ یہ حال ہی میں ۲۰۰۱ء میں طبع ہوئی۔ اسے ادارہ تراث اھل السنۃ الہ آباد (وزیر آباد) نے شائع کیا۔ اور ٹرسٹ جامع مسجد اہلحدیث رجسٹرڈ (حافظ عبدالمنان رحمۃ اللہ علیہ) کے زیر اہتمام طبع ہوئی۔ اس پر مطبع کا نام درج نہیں۔ یہ کتاب ۵۔ ابواب پر مشتمل ہے۔ اور ۱۱۸ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ کتاب ہذا کا انداز بالکل جدا ہے۔ یہ اپنے رنگ میں عمدہ ہے۔ اس میں زیادہ تر آپ کے اساتذہ، ہمعصر علماء اور تلامذہ پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور آپ کے حالات زندگی مختصر ہیں۔

مذکورہ دونوں کتب کا انداز جدا جدا اور اسلوب اپنا اپنا ہے۔ ان دونوں کتب میں ''استاد پنجاب'' سے استفادہ کیا گیا ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ بلکہ ایسے ہوتا ہے قریب قریب ہر مصنف و مرتب اپنے موضوع سے متعلقہ کتب سے استفادہ کرتا ہے۔ ہم نے کتاب ہذا میں چند مزید قابل ذکر باتیں شامل اشاعت کی ہیں تاکہ ''استاد پنجاب'' میں کوئی تشنگی نہ رہے اور یہ کتاب بہر پہلو تکمیل بردوش ہو۔

والد محترم حضرت مولانا محمد ادریس فاروقی متَّعنَا اللّٰهُ بِطُولِ حَيَاتِهٖ نے ''استاد پنجاب'' کی ترتیب میں جس کوشش اور کاوش سے کام لیا ہے وہ ان کتب کے باہمی تقابل سے واضح ہو جاتی ہے۔ادارہ مسلم پبلی کیشنز سوہدرہ/ لاہور نے کتاب ہٰذا کو جس تزئین و آرائش سے شائع کیا ہے وہ بھی آپ کے سامنے ہے ہمیں زیادہ کچھ کہنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ع مشک آنست کہ خود ببوئید نہ کہ عطار بگوئید۔

امید ہے یہ کتاب دینی، مذہبی، علمی، ادبی، تاریخی اور سوانحی حلقوں میں پزیرائی حاصل کرے گی۔اور ملی و قومی سطح پر بیش از بیش مفید ثابت ہو گی۔ہم ادارہ دارالسلام لاہور کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جس نے کتاب ''استاد پنجاب'' کو شایان شان طریقہ سے شائع کیا ہے۔اوران احباب کے لیے بھی دعا گو ہیں کہ جنہوں نے کتاب ہٰذا کی اشاعت میں ہمارا ہاتھ بٹایا ہے۔فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ۔

قمر الحمید فیصل
مسلم پبلی کیشنز سوہدرہ/ لاہور
یکم اپریل ۲۰۰۲ء

سخنے چند

(جناب پروفیسر عبدالجبار شاکر صاحب' بیت الحکمت' لاہور)

علماء علوم نبوت کے وارثوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ہماری اسلامی درسگاہیں انہی علوم نبوت کی درس و تدریس' تعلیم و تعلم اور اس حوالے سے تزکیہ نفوس کے ادارے ہیں۔ برصغیر میں اسلامی درسگاہوں کی ایک مستقل اور مسلسل روایت رہی ہے۔ اٹھارویں صدی میں شاہ ولی اللہ کے خاندان نے اس روایت کا سب سے روشن مرکز تشکیل دیا۔ اس خاندان کے ایک چشم و چراغ شاہ محمد اسحٰق دہلوی سے سید نذیر حسین محدث دہلوی (۱۸۰۵ء۔۱۹۰۲ء) نے تیرہ سال تک تعلیم حاصل کی۔

شیخ الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی نے کامل ۶۳ سال تک درس و تدریس کی ذمہ داریاں ادا کیں۔ برصغیر میں علم حدیث کی تدریس کا سب سے مضبوط مرکز اور قلعہ انہی کا قائم کردہ درسگاہ تھی' جس میں شبہ قارہ کے ہر حصے سے طلبہ استفادے کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ ایسے ہی تلامذہ میں ایک تلمیذ الرشید حافظ عبدالمنان وزیر آبادی بھی ہیں' جنہیں ان کے استاد شیخ الکل نے اپنا عمامہ عطا فرمایا۔ علوم اسلامی کی درسگاہوں میں یہ انیسویں صدی کی علمی روایت کا تذکرہ ہے' جب کہ بیسویں صدی میں علوم حدیث کی روایت کو مستحکم کرنے میں حافظ عبدالمنان وزیر آبادی نے پنجاب میں سب سے زیادہ فیض رسانی کے اسباب پیدا کیے۔

حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی اپنے عہد میں پنجاب میں حدیث کے سب سے ممتاز استاد تھے' جن کے تلامذہ پنجاب کے ہر حصے میں بالعموم اس علمی اور سلفی روایت کے چراغ روشن کرتے رہے۔

پیش نظر کتاب ''استادِ پنجاب'' مولانا عبدالمجید سوہدروی (۱۹۰۰ء۔۱۹۵۹ء)

نے ۱۹۲۲ء میں لکھی۔ جس کا یہ تیسرا ایڈیشن ہے۔ حافظ عبدالمنان وزیر آبادی کی حیات وسوانح پر اس کے بعد بھی بہت سے مضامین اور کتابیں لکھی گئیں ہیں، جن میں سے ایک تصنیف ۱۹۹۴ء میں ''حافظ عبدالمنان وزیر آبادی'' کے عنوان سے مولانا منیر احمد سلفی نے لکھی ہے۔ اور دوسری تصنیف ۲۰۰۱ء میں ''تذکرہ حافظ عبدالمنان رحمۃ اللہ علیہ وزیر آبادی'' ہے جسے مشہور سوانح نگار اور وقائع نگار ملک عبدالرشید عراقی نے مرتب کیا ہے۔ ان تین مذکورہ تصانیف کے علاوہ بیسیوں اہم مضامین آپ کی حیات و خدمات کے حوالے سے دینی جرائد اور مختلف تذکروں کا حصہ ہیں۔ پیش نظر کتاب ''استادِ پنجاب'' حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی کی وفات کے چھ سال بعد ۱۹۲۲ء میں شائع ہوئی، جس کا نقش ثانی بھی شائع ہوا' اب اسی نقش ثانی کی ایک تازہ طباعت ۲۰۰۲ء میں پیش کی جارہی ہے۔

ان تصانیف کے مطالعہ سے ''استادِ پنجاب'' کے سوانح اور ان کے علمی وتدریسی خدمات کا ایک بھرپور نقشہ سامنے آتا ہے۔ مولانا عبدالمجید سوہدروی کے قلم کو یہ اوّلیت حاصل ہے کہ پنجاب کے اس سب سے بڑے محدّث کی حیات وخدمات کو انہوں نے پہلی مرتبہ زینت قرطاس بنایا۔ اس شخصیت کی علمی وجاہت کے قربان جایئے، جس نے اپنی حیات مستعار کے ۶۷ سالوں میں پچاس مرتبہ صحاح ستہ پڑھائی اور ایک سو مرتبہ جامع الصحیح البخاری کا درس دیا۔ ایسے عظیم المرتبت محدث' عالم اور استاد کا تذکرہ تو ایک علمی قرض تھا جسے سب سے پہلے حکیم صاحب موصوف نے ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کی انہیں جزائے خیر دے اور اسے علمی مرقع کو ان کے حسنات میں شمار کرے۔ آمین۔

استادِ پنجاب' حافظ عبدالمنان وزیر آبادی خطۂ پنجاب میں ۱۸۴۹ء کے اس سال میں پیدا ہوئے جب پنجاب سے سکھوں کا راج ختم ہوا' جس میں اسلامی شعائر

کی بے حرمتی اپنے عروج پر تھی۔ اس دور میں بادشاہی مسجد اور مسجد وزیر خان ایک اصطبل میں تبدیل ہو چکی تھیں۔ اس سال پنجاب' ایسٹ انڈیا کمپنی کی راجدھانی میں شامل ہوا' اور اسی سال علم حدیث کا ایک روشن ستارہ عبدالمنان کے نام سے علمی کہکشاں پر طلوع ہوا جو ہجری تقویم کے لحاظ سے ۱۲۶۷ھ بنتا ہے۔

حافظ عبدالمنان کی آنکھیں آشوب چشم کے ایک عارضے میں اس وقت ضائع ہو گئیں جب کہ آپ کی عمر صرف نو سال تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کی آنکھ ایسی روشن کر دی کہ جس کی کرامتوں کو لکھنے کے لیے ایک دفتر درکار ہے' مگر اس کا ایک اجمالی تذکرہ آپ ''استادِ پنجاب'' کے مختلف ابواب کے ضمنی پیرایوں میں دیکھ سکیں گے۔

دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

یہی نابینا بچہ بیس سال کی عمر تک شیخ الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی' مولانا عبدالحق بنارسی' سید عبداللہ غزنوی' مولوی برہان الدین حطاروی' مولانا محمد مظہر نانوتوی' مولانا عبدالجبار ناگپوری اور مولانا محمد احسن حاجی پوری جیسے اساتذۂ علم سے فیض و اکتساب کر چکا تھا۔ آپ کے اسفار علمی کا تذکرہ حد درجہ سبق آموز اور ایک باب عزیمت کا درجہ رکھتا ہے۔ پنجاب کی سرزمین میں کالا باغ سے ہوتے ہوئے آپ سندھ میں خیر پور اور پھر برصغیر کے مختلف شہروں' جن میں سورت' بھاؤنگر بھی شامل ہیں' یہاں سے ہوتے ہوئے ارض حجاز میں حرمین الشریفین بھی گئے۔ یہاں سے واپسی پر بمبئی' بھوپال اور دہلی سے ہوتے ہوئے کچھ وقت امرتسر میں گزارا اور پھر مستقلاً چالیس سال تک وزیرآباد میں مسند حدیث کو زینت بخشی۔

حافظ عبدالمنان رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۸۶۹ء میں جبکہ ابھی آپ بیس سال کی عمر

میں عنفوان شباب میں قدم رکھ رہے تھے' تو خاندان غزنویہ کے مؤسس' زاہد عصر' ولیٔ کامل سید عبداللہ غزنوی کی امرتسر میں واقع درسگاہ میں پڑھانے لگے۔ آپ کے تلامذہ کی ایک طویل فہرست ہے جن میں ابوالوفا مولانا ثناء اللہ امرتسری' مولانا محمد علی لکھوی' مولانا عبدالقادر لکھوی' مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی' مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی' حافظ محمد گوندلوی' مولانا اسماعیل سلفی' مولانا فقیر اللہ مدراسی اور میاں محمد باقر جیسے صاحبان علم وفضل اور ارباب زہد وورع دکھائی دیتے ہیں۔

آپ جس عہد میں پیدا ہوئے یہ زمانہ سیاسی اعتبار سے ایک پُر آشوب دور تھا۔ پنجاب میں سکھ راج اور برطانوی استعمار دونوں قوتیں مسلمانوں کی دشمن تھیں۔ ۱۸۳۱ء میں شہدائے بالاکوٹ کی قربانیوں کے باعث سلفی علما پر سختیوں اور صعوبتوں کے پہاڑ توڑے جارہے تھے۔ اس ضمن میں مختلف ''وہابی'' مقدمات کے مطالعے سے انگریز حکومت اور برطانوی استعمار کے مظالم کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ایسے جابرانہ ماحول میں دہلی کی جنگ آزادی کے دس سال بعد' حافظ عبدالمنان نے حریت پسندوں کے مرکز امرتسر میں مسند حدیث کو سنبھالا' اپنی درسیات کو چالیس سال تک انہوں نے وزیرآباد کے چھوٹے سے شہر میں جاری رکھا۔ آپ ۵۳ سال کے ہوئے تو آپ کے استاد شیخ الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی کا انتقال ۱۹۰۲ء میں ہوگیا۔ جن کے چودہ سال بعد ان کا ہونہار شاگرد حافظ عبدالمنان بھی ۱۹۱۶ء میں ملک عدم کا مسافر بن گیا۔ مگر استاد اور شاگرد کی علمی مساعی' درسی خدمات اور حدیث کے ذوق تدریس نے مقلدین کے جمود میں ایک ایسا تحقیقی شگاف پیدا کردیا کہ جس سے نکلنے والی روشنی نے حجیت سنت کی راہ کو برصغیر میں منور کردیا۔

''استادِ پنجاب'' برصغیر کے سلفی مشاہیر میں سے ایک عظیم المرتبت عالم اور مدرس کی داستان عزیمت کا ایک روشن باب ہے۔ سلفی حضرات مزاجاً شخصیت پرستی

کے طلسمات سے ایک طبعی نفور رکھتے ہیں۔ مگر حافظ عبدالمنان وزیر آبادی کا یہ تذکرۂ حیات، شخصیت پرستی کی تفصیل کی بجائے برصغیر میں دعوت وعزیمت کا ایک اجمال ہے۔ فاضل مصنف کی قلم نے اسلوب کی سادگی سے جو علم افروز اور دلچسپ مرقع تیار کیا ہے، وہ لائق مطالعہ ہے۔ مقامِ شکر ہے کہ علمی دودمان سوہدرہ کے ایک اور چراغ مولانا محمد ادریس فاروقی سوہدروی نے اپنے بزرگوں کی تحریر کردہ اس نایاب اور مفید تذکرے کو ایک نئی طباعتی آب وتاب کے ساتھ شائع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سوانح کے مطالعے سے راہ حق کے متلاشیوں کو وہ نور بصیرت عطا کرے جسے اس نابینا محدث نے کامل چالیس برس تک اہل پنجاب میں تقسیم کیا ہے۔ حق تعالیٰ اس اشاعت کے ناشر کی اس سعی کو مشکور فرمائے۔ آمین۔

پیش گفتار

حضرت مولانا محمد ادریس فاروقی سوہدروی

حضرت مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے اگر چہ ظاہری آنکھوں سے محروم کر دیا تھا مگر ان کی دل کی آنکھیں روشن فرما دی تھیں۔

آپ کا شمار ممتاز محدّثین میں ہوتا ہے۔ شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس شاگرد کو جو عمامہ عطا فرمایا تھا اس عظیم شاگرد نے اس عمامے کا حق ادا فرما دیا۔ پوری زندگی درس حدیث دیا۔ مسند تحدیث پر فائز ہونے کے بعد آپ نے زندگی میں ۱۰۰ مرتبہ درس بخاری دیا۔ ایسی مثالیں اسلامی تاریخ میں عام نظر نہیں آتیں۔ آپ کو قرآن و حدیث کے ساتھ عشق کی حد تک محبت تھی اور یہ محبت کوئی وقتی نہ تھی دائمی تھی۔ قرآن و حدیث کا ''جنون'' آپ کو بچپن سے تادم واپسیں رہا۔ اور یہ ''جنون'' ایک سا رہا۔ اس میں کبھی کوئی ضعف یا کمی واقع نہ ہوئی۔ وَ ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ

آپ نے اپنی بینائی کی معذوری کو مطلق آڑے نہ آنے دیا۔ آپ نے اس معذوری کے باوجود حصول علم میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ اور اس راہ عشق و محبت میں آپ کو بڑی پر پیچ اور کٹھن وادیوں کو قطع کرنا پڑا۔ عام آدمی تو ان زہرہ گداز حالات کے تصور سے ہی کانپ جاتا ہے مگر آفرین آپ پر' آپ نے اکتساب علم و حکمت کے لیے ناقابل بیان اور جانگسل مشکلات کا سامنا کیا۔

آپ نو برس کے تھے کہ آشوب چشم کی بنا پر آپ کی آنکھیں ضائع ہو گئیں۔ بارہ برس کے ہوئے تو والدہ بھی چل بسیں۔ والد کھیتی باڑی کرتے تھے۔ اگر آپ کی

آنکھیں صحیح ہوتیں تو شاید وہ آپ کو اپنے ساتھ کھیتی باڑی پر لگا لیتے لیکن آنکھوں سے معذور دیکھ کر انہوں نے آپ کو دینی تعلیم پر لگا دیا۔ لیکن بقول اللہ مالک الملک عَسٰی اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ (ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو برا سمجھو اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو) حضرت موصوف کے زمانۂ بچپن کے آنکھوں کا یہ ضیاع ان کے اندر کی ضیاء کا باعث بن گیا۔ اور اگر آپ کی ظاہری آنکھیں ہوتیں تو آپ کوئی معاش اختیار کرتے۔ اور آپ کی اندرونی صلاحیتیں خوابیدہ اور خاک میں پوشیدہ شرر سرد ہو جاتا تو کس قدر باعث زیاں ہوتا۔ مگر اب اندر کی ضیاء کی بدولت آپ نے جگہ جگہ ضیاء پھیلائی۔ اور بمبانوالہ جہاں آپ کی شادی ہوئی اسے بھی روشن کر دیا۔ آج بمبانوالہ میں جو توحید و سنت کا نور نظر آ رہا ہے یہ بھی اللہ کے فضل و کرم سے انہیں کا فیضان ہے۔ اگر حضرت محدث وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا ادھر گزر نہ ہوتا تو آج یہ علاقہ تاریکی میں ڈوبا ہوا ہوتا۔ اس وقت وہاں کے ساڑھے سات ہزار نفوس میں اکثریت حاملین توحید و سنت کی ہے۔ بمبانوالہ میں کل ۹ مساجد ہیں جن میں ۵ مساجد ارباب توحید و سنت کی ہیں۔ جہاں دن رات قال اللہ و قال الرسول کے زمزمے بلند ہو رہے ہیں۔ یہ ہے اصل ضیاء، اصل روشنی اور اصل نور۔ اور یہ قرآن و حدیث کا نور ہے، دنیا جہان کا کوئی نور اس نور کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور یہ نور اسی کو ملتا ہے جو اس نور کا اہل ہوتا ہے اور اس میں اس نور کے لیے طلب، تڑپ اور خواہش ہوتی ہے۔ ورنہ بہت سے تیرہ نصیب اس سے محروم بھی رہ جاتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد قرآن ہے مَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ (جسے اللہ روشنی نہ دے اسے روشنی نہیں مل سکتی۔)

یہ سرزمین وزیر آباد کی کس قدر خوش نصیبی تھی کہ شیخ پنجاب حضرت العلام حافظ عبدالمنان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند ارشاد کے لیے اسے پسند فرمایا۔ اور ان لوگوں کے بخت کے کیا ہی کہنے کہ جنہوں نے اپنی آنکھیں آپ کے فرش راہ کیں۔ اور آپ

کے استقبال میں شبستان محبت کے دیپ روشن کیے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ برصغیر کے اس عظیم وشہیر محدّث رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے معاونین ورفقاء کی قبروں پر رحمت کی برکھا برسائے اور ان پر اپنی شبنم رضا کا ترشح فرمائے۔آمین۔

آپ تقریباً بیس برس کی عمر میں علوم عالیہ وآلیہ سے فارغ ہو گئے تھے۔ پھر کچھ عرصہ امرتسر میں مسند تدریس پر فائز رہے۔ بعدازاں (چوہدری محکم دین صاحب جو حضرت مولانا غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے) کے کہنے پر موضع بمبانوالے (سیالکوٹ) تشریف لے آئے۔وہاں سے شیخ غلام نبی ٹھیکیدار نہایت اشتیاق واصرار کے ساتھ آپ کو وزیرآباد لے آئے۔اندازہ ہے جب آپ وزیرآباد میں تشریف لائے تو آپ کی زندگی کی بائیس چوبیس بہاریں گزر چکی تھیں۔یوں کہہ لیجیے کہ بالکل جوانی تھی۔

آپ نے محلّہ پرانی سرائے کی مسجد میں قیام فرمایا۔مسجد کی عمارت گزارا ہی تھی۔بہرحال آپ نے اللہ کے نام سے اس مسجد میں امور خطابت وامامت بجالانا شروع کر دیے۔اس کے ساتھ ہی آپ نے مدرسہ دارالحدیث کی بنا رکھی۔اور اللہ کا نام لے کر سلسلہ دعوت وارشاد شروع کر دیا۔دیکھتے ہی دیکھتے مدرسہ کا شہرہ چاردانگ عالم میں پھیل گیا۔اور طالبان علم وآگہی آپ کے گرد جمع ہونا شروع ہو گئے۔آپ نے زندگی بھر انہیں تفسیر وحدیث کا درس دیا۔

آپ پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل وکرم رہا' آپ کو اساتذہ ملے تو وہ بھی لاجواب' یعنی شیخ الکل سید نذیر حسین محدّث دہلوی' عالم بے بدل مولانا عبدالحق بنارسی' تاجدار ولایت حضرت مولانا سید عبداللہ الغزنوی وغیرھم۔شاگرد ملے تو وہ بھی سرمایہ افتخار مثلاً مولانا حافظ عبدالحکیم سوہدروی' مولانا عبدالحمید سوہدروی' مولانا فقیراللہ مدراسی' مولانا

عبدالرحمٰن شاہ پوری، مولانا محمد علی لکھوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی، مولانا حافظ ابراہیم میر سیالکوٹی، مولانا حافظ محمد گوندلوی، مولانا اسماعیل سلفی، مولانا عبدالحی 'کلاسوالہ' مولانا مولا بخش گوجروی، مولانا عبدالغنی صاحب چک رجادی، مولانا عبدالمجید سوہدروی، مولانا سلطان احمد نتوی، مولانا عبدالعزیز قلعہ میہاں سنگھ۔

حضرت محدث وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا ہر شاگرد آسمان علم و فضل کا درخشاں ستارہ بنا۔ ان میں سے ہر ایک مفسر تھا کوئی محدث، کوئی مدرس تھا، کوئی مناظر، کوئی ادیب تھا کوئی خطیب، کوئی اسکالر تھا کوئی آتھر۔ اور ان میں کچھ ایسے عبقری تھے جو ان سبھی کمالات کے حامل تھے۔ ان میں سے ایک ایک عالم اپنی ذات میں انجمن تھا۔ اور ایک ایک نے پوری جماعت کا کام کیا۔

حضرت محدث اعظم، شیخ پنجاب کا دور بہترین دور تھا۔ آپ کو معاصرین اور ہم جماعت ملے تو وہ بھی اپنی اپنی جگہ یکتا و بے نظیر تھے۔ ان کی تفصیل اپنی جگہ آئے گی۔ نموتۂ چند کے نام پیش ہیں، سید نواب صدیق حسن خاں، سید عبدالجبار غزنوی، مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری، مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی، مولانا شمس الحق ڈیانوی، مولانا محمد حسین بٹالوی رحمھم اللہ۔

آپ علم کے بحر ناپیدا کنار تھے۔ قلزم علوم و معارف میں غوطہ زن ہو کر وہ وہ موتی نکالتے کہ باید و شاید۔ تلامذہ ہوں یا دیگر سامعین اپنی اپنی استعداد اور ظرف علم و ادراک کے مطابق آپ کے پُرمغز اور بصیرت افروز بیان سے اکتساب فیضان کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے ہر شاگرد نے دنیائے علم و ادب میں نام پیدا کیا۔ اور آسمان فضل و کمال میں ستارا بن کر چمکا۔ اور اپنی تابانیوں سے پورے علاقے کو روشن کر دیا۔

اہل حق کو حق کی پاداش میں ہمیشہ پریشان کیا گیا اور تکلیفیں دی گئیں، اسی اصول

کے مطابق آپ کو بھی اذیتوں سے دوچار کیا گیا۔ اور تکلیفیں دی گئیں۔ ایک تکلیف یہ کہ حصول تعلیم کے دوران جگہ جگہ آزمائشوں سے دوچار ہوئے۔ دوسری تکلیف یہ کہ وزیرآباد تشریف لاکر جوں ہی شرک و بدعت کے اندھیاروں میں قرآن وسنت کی روشنی بکھیری تو نیند کے ماتوں نے آپ کے خلاف شور برپا کردیا۔ اور آپ کی مخالفت میں کوئی کمی اٹھا نہ رکھی۔ مگر شیخ پنجاب صبر و استقامت کا پہاڑ بن کر اپنے مشن پر برابر ڈٹے رہے اور آپ نے نہایت استقلال و پامردی کے ساتھ اپنا مشن جاری رکھا۔ حکم قرآنی اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (''بے شک تنگی کے بعد آسانی ہے'' کے مطابق) اللہ تعالیٰ نے پنجاب اور ہند کے علاوہ بلخ' بخارا' یمن' دمشق' نجد' افغانستان اور شام وغیرہ سے تشنہ کاموں کو سیرابی کے لیے چشمہ قرآن وسنت پر لا جمع کیا۔ جسکا ایک فائدہ یہ ہوا کہ ارباب توحید وسنت کا غلغلہ بلند ہوا' دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ مخالفین کا شر کافی حد تک دب گیا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

آپ نہ صرف قرآن اور تفسیر کے حافظ تھے بلکہ کتب صحاح ستہ کے (بمعہ اسناد و اسماء الرجال) حافظ تھے۔ اس پائے کے اعاظم رجال برصغیر میں چند گنتی کے ہی ہوں گے۔

آپ تقویٰ اور پرہیزگاری میں بھی بلند پایہ رکھتے تھے۔ اکل حلال' صدق مقال' زہد عن الدنیا' اتباع سنت اور عبادت شب میں وحید العصر تھے۔ بہت مستجاب الدعوات اور صاحب کرامات بزرگ تھے۔ زندگی بھر ہر آلودگی سے مکمل طور پر دامن بچا کر رکھا۔ آپ اعلیٰ کردار اور بے داغ سیرت کے مالک تھے۔

موجودہ دور میں بعض متعصب اور کوتاہ نظر انسان کسی شخصیت پر کتاب لکھنے کو ''شخصیت پرستی'' کا نام دیتے ہیں جو صحیح نہیں۔ دراصل ایسے عظیم لوگوں کے حالات و افکار اس لیے دیے جاتے ہیں تاکہ عوام خصوصاً طلبہ ان عظیم اور نابغہ روزگار ہستیوں کو

اپنا آئیڈیل بنا کر ارتقائے دارین کے زینے طے کریں۔ هُمْ رِجَالٌ وَ نَحْنُ رِجَالٌ کیونکہ وہ بھی آدمی تھے اور ہم بھی آدمی ہیں' بھلا وہ کون سا کام ہے جو ہم نہیں کر سکتے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ہم ماضی سے سبق سیکھ کر حال واستقبال کی تعمیر چمن کریں۔ اور تن آسانیوں کو چھوڑ کر جفاکش بنیں۔ تیسرے یہ کہ ہمارے لیے ضروری ہے کہ اپنے محسنین کی خدمات کا اعتراف کریں اور ان پر کتاب شائع کر کے ان کی خدمت عالیہ میں گلہائے عقیدت پیش کریں۔ یہ بھی دراصل شکریہ بجا لانے کا ایک خوبصورت طریقہ ہے جو فی زمانہ اپنایا جاتا ہے' کیونکہ حدیث میں ہے مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ یعنی جس نے لوگوں کا شکریہ ادا نہ کیا اس نے اللہ کا (بھی) شکریہ ادا نہ کیا۔

کتاب ''استاد پنجاب'' ہمارے علم کے مطابق حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری تصنیف ہے۔ سب سے پہلے آپ نے ''کرامات اہلحدیث'' لکھی۔[1] آپ کی یہ دونوں کتب دراصل اہل حدیث علماء اور اولیاء کے تعارف میں ہیں۔ حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی پر پہلی اور معلومات افزاء کتاب ہونے کی وجہ سے اسے بڑی اہمیت حاصل ہے۔ آپ نے یہ دونوں کتابیں عین عنفوان شباب میں لکھیں۔ اور خوب لکھیں۔

کتاب ہذا سب سے پہلے ۱۹۲۲ء خود حضرت مرتب نے شائع فرمائی۔ بعد ازاں ۱۹۷۸ء میں آپ کے بڑے صاحبزادے یعنی بندہ کے والد گرامی حضرت

(۱) جو عنقریب مسلمان کمپنی سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ کے زیر اہتمام چھپ رہی ہے۔ اس کتاب میں مزید بہت سی کرامات کا اضافہ کیا گیا ہے۔ ''کرامات اہلحدیث'' اولیائے اہلحدیث کے تعارف پر واحد کتاب ہے۔ ازاں قبل آپ نے اس موضوع پر کوئی کتاب نہ دیکھی ہوگی (فاروقی)

العلام مولانا حافظ محمد یوسف سوہدروی رحمتہ اللہ علیہ نے شائع فرمائی۔اب یہ تیسری بار ۲۰۰۲ء میں بندہ کے منجھلے بیٹے حافظ قمر الحمید فیصل سوہدروی حفظہ اللہ تعالیٰ نے شائع کی۔یہ کتاب حسن صوری ومعنوی ہر اعتبار سے تکمیل بر دوش ہے۔فَلِلّٰہِ الْحَمْد ۔زیادہ کچھ کہنے کی ضرورت نہیں کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے آپ خود اس کا مطالعہ فرمائیں۔

حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ

(حافظ عزیز الرحمٰن گوجرانوالہ)

حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمتہ اللہ علیہ ۱۹۰۰ء/ ۱۳۲۰ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے پردادا مولوی محبوب عالم بن حافظ غلام حسین تھے جو بڑے دین پسند علم دوست اور ایک کھاتے پیتے زمیندار تھے۔ ضلع گجرات سے سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ منتقل ہوئے۔ سوہدرہ ہی میں ایک مربع زرعی اراضی خرید کر زمینداری شروع کر دی۔ ان کی اولاد میں سے نامور فرزند حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ تھے جو علاقہ بھر میں ''جی صاحب'' کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔ علم و فضل اور تقویٰ و ورع میں آپ نہایت اونچا مقام رکھتے تھے آپ نے ۸۳ برس عمر پائی۔ ساٹھ برس تک اپنے علاقے کو کتاب و سنت کے نور سے منور فرمایا آپ کی دعوت و تبلیغ سے صدہا آدمی شرک و بدعت سے تائب ہوئے۔ اور اپنے نہاں خانۂ دل و دماغ کو توحید و سنت کی قندیلوں سے آراستہ کیا۔ جس کا اثر آج پانچ پشتیں گزرنے کے بعد بھی پایا جاتا ہے۔ آپ صاحب دل بزرگ تھے آپ سے کئی کرامتوں کا ظہور ہوا۔[1] آپ نے ۱۴ مئی ۱۹۳۰ء میں انتقال فرمایا۔ آپ کی اولاد میں حضرت مولانا حافظ عبدالحکیمؒ اور حضرت مولانا عبدالحمید مشہور عالم ہوئے ہیں۔ دونوں روشن ضمیر اور صاحب علم بزرگ تھے' یہ دونوں' استاد پنجاب زبدۃ العارفین حضرت مولانا الحافظ عبدالمنان صاحب محدث وزیر آبادی علیہ الرحمۃ کے شاگرد تھے۔ جس کا ذکر حضرت مولانا سلطان احمد صاحبؒ

---

(۱) آپ کی کرامات کے لیے ''کرامات اہلحدیث'' کا مطالعہ کیجئے۔ اس کتاب میں متعدد اولیائے اہل حدیث کی بیسیوں بڑی حیران کن اور معلومات افزاء کرامات کا بیان ہے۔ (فاروقی)

نت کلاں (گوجرانوالہ) اپنی پنجابی منظوم کتاب ''حسن البیان'' میں یوں فرماتے ہیں ۔

ہور مولوی حاجی غلام نبی دے دووں بیٹے
اندر خاک سمیٹے مولا رحمت وچہ لپیٹے
اوہ حافظ عبدالحکیم تے مولوی عبدالحمید پیارے
پاس وزیر آباد انہاندا سوہدرہ پنڈ سہارے

حضرت مولانا عبدالحمید رحمہ اللہ کی علمیت' تقویٰ' اخلاص' شرافت اور اوصاف حمیدہ کو دیکھ کر استاد پنجاب نے اپنی صاحبزادی آپ کے نکاح میں دے دی' چنانچہ ''حسن البیان'' والے فرماتے ہیں ۔

ایہ مولوی عبدالحمید گھنیرا صاحب خلق حمیدہ
داماد حافظ عبدالمنان دا سی اوہ نیک عقیدہ

حضرت مولانا عبدالحمید سوہدروی عالم بے بدل' خطیب بے مثل تھے اور پیکر شجاعت وشرافت تھے' قوم کی بے پناہ امیدیں آپ سے وابستہ تھیں لیکن عین عالم شباب میں عالم رنگ وبو کی تیس بہاریں دیکھنے کے بعد آپ سب کو داغ مفارقت دے گئے۔ آپ نے شیخ الکل سید نذیر حسین دہلوی سے تکمیل حدیث کی۔ بعمر ۳۰ سال ۱۹۰۷ء کو انتقال فرمایا۔ آپ کا ایک ہی لڑکا عبدالمجید تھا۔ اس صاحبزادہ نے اپنے خدا داد اوصاف وکمالات سے ملک وقوم کا نام روشن کیا۔ (آپ کے تفصیلی حالات زندگی ''دودمان علوی سوہدرہ کا درخشندہ ستارہ'' کے نام سے الگ مرتب ہو رہے ہیں۔[1] یہاں آپ اور آپ کے خاندان کا مختصر تعارف دیا جا رہا ہے۔ (فاروقی)

حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی ۱۹۰۰ء میں عالم شہود میں جلوہ گر ہوئے۔

---

(۱) حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات زندگی کے لیے ''تذکرہ بزرگان علوی سوہدرہ'' کا مطالعہ فرمائیے۔ یہ کتاب مارکیٹ میں آ چکی ہے۔ (فاروقی)

ابتدائی تعلیم اپنے جدّ امجد سے حاصل کی۔ اور تکمیل حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی علیہ الرحمۃ سے کی۔ آپ کا ذہن رسا اور حافظہ بلا کا تھا۔ سالوں کا سفر مہینوں میں اور مہینوں کا سفر دنوں میں طے کیا اور علمی و ادبی دنیا میں خاص مقام حاصل کر لیا۔ آپ میدان صحافت و خطابت کے بلا مبالغہ شہسوار تھے۔ آپ اکیلے بزم بھی تھے اور انجمن بھی۔ آپ نے تقریباً اسی ۸۰ کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جن میں نصف کے قریب اسلامی دینی ہیں اور نصف سے زیادہ یونانی طبی ہیں' آپ اعلیٰ پایہ کے طبیب تھے۔ بلکہ سرتاج الحکماء تھے۔ سیرت نبوی پر رہبر کامل نامی کتاب آپ ہی کی ایک تصنیف ہے جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کی ایک ایک حیثیت پر اس اچھوتے اور نرالے رنگ میں روشنی ڈالی ہے کہ مشاہیر علمائے کرام اور اخبارات و رسائل نے بہترین آراء پیش کیں' جملہ طبیبوں اور فن طب سے ذوق رکھنے والے حکماء نے آپ کی طبی کتابوں کی بے حد تعریف کی اور مندرج نسخوں کو مجرب پایا۔

روحانیت میں آپ وقت کے پیشوا تھے اور ایسے ایسے اعمال و نقوش کو جانتے تھے کہ باید و شاید —— کتاب و سنت کی نشر و اشاعت آپ کا دلچسپ مشغلہ تھا۔ ۱۵ سال کی عمر میں آپ نے تبلیغ شروع کی اور مسلسل ۴۵ سال تک ہزار ہا تقریریں ارشاد فرمائیں۔ مسلک اہلحدیث سے آپ کو والہانہ شغف تھا ---- پاک و ہند کے بیشتر علاقوں کو تبلیغ سے نوازا۔ آپ بہت بڑے مناظر بھی تھے۔ بیسیوں مناظروں میں آپ نے شرکت فرمائی اور ہر مکتبہ فکر سے مناظرہ کیا اور فتح حاصل کی۔ (بعون اللہ) قدرتی طور پر آپ کی زبان میں مقناطیسی اثر تھا۔ اس لیے ہر تقریر و مناظرہ میں آپ غالب رہتے۔

آپ کے ہر گوشۂ زندگی کے تفصیلی بیان کے لیے الگ باب درکار ہے۔ علم و عمل کا یہ چراغ ۶۔ نومبر ۱۹۵۹ء (مطابق ۱۳۷۹ھ) کو گل ہو کر ہمیں داغ مفارقت دے

گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ کے یکے بعد تین نکاح ہوئے۔ پہلا نکاح مولانا نواب دین سپرا رحمۃ اللہ علیہ [1] کی بیٹی سے ہوا۔ انہوں نے کوئی ۴۰ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ ان سے ۲ بیٹے اور ۳ بیٹیاں تولد ہوئیں۔ بڑے بیٹے کا نام محمد یوسف اور چھوٹے بیٹے کا نام محمد داؤد تھا۔ محمد داؤد عزیز عین عنفوان شباب یعنی ۱۸ سال کی عمر میں شادی کے تقریباً ایک سال بعد وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حافظ محمد یوسف صاحب فاضل دارالحدیث وزیر آباد' مولوی فاضل' منشی فاضل' حکیم حاذق' قرآن کے حافظ ومفسر اور حدیث کے شناور تھے۔ آپ نے طب کو بطور پیشہ اختیار کیا۔ اور پوری زندگی لوجہ اللہ قرآن وحدیث کی انتھک خدمت کی۔ ۸۰ برس عمر پائی۔ آپ نہایت سادہ' بلند اخلاق' منکسر مزاج' مخلص' عابد اور متوکل علی اللہ تھے۔ آپ کا شمار اولیائے کرام میں ہوتا ہے۔ آپ اور آپ کے والد گرامی کے حالات زندگی اور کمالات وکرامات کا ذکر ''تذکرہ بزرگان علوی سوہدرہ'' اور ''کرامات اہلحدیث'' میں موجود ہے۔ بڑی بیٹی مولانا غلام حیدر موضع رنیکے (فیصل آباد) کی بہو بنیں۔ اور چھوٹی بیٹی مولانا محمد عثمان دلاور چیمہ (گوجرانوالہ) کی بہو بنیں۔ دونوں کی اولاد لائق اور نیک ہے۔ درمیانی بیٹی محترم صوفی عبدالعزیز پروفیسر ایم اے مرحوم کے نکاح میں آئی۔ ان سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

آپ کا دوسرا نکاح شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے ہوا۔ اس وقت حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی کی عمر کوئی ۳۶ برس

---

(۱) آپ کے بڑے بیٹے مولانا عبدالعزیز سپرا تھے۔ جو مدرسہ دہلی کے فارغ تھے۔ آپ اچھے خاصے زمیندار تھے۔ آپ صادق آباد میں آباد ہوئے۔ چھوٹے بیٹے چوہدری عبدالحکیم سپرا راجن پور میں آباد ہوئے۔ آپ کا شمار بھی بڑے زمینداروں میں ہوتا ہے۔ گویا حضرت سوہدروی کے یہ سسرال دینی اور دنیوی حیثیت سے بلند پایہ رکھتے ہیں۔

تھی۔ ان اہلیہ محترمہ سے ۲ بیٹے احمد سعید اور عبدالوحید اور ۲ بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ احمد سعید ۱۰ برس کی عمر میں بیمار ہو کر فوت ہو گئے۔ عبدالوحید صاحب' حافظ' قاری اور عالم بنے۔ آپ جامعہ محمدیہ اوکاڑہ سے فارغ ہوئے۔ علاوہ ازیں آپ نے ایل ایل بی کیا۔ آپ بہت دین پسند اور ایثار پیشہ ہیں۔ اور اپنے بزرگوں کی روش پر گامزن ہیں۔ ایک عرصہ سے امریکہ میں اقامت پذیر ہیں۔ بڑی بیٹی کا عقد مولانا قاضی عبیداللہ بن شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا قاضی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ سے ہوا۔ قاضی صاحب موصوف شیخ الحدیث مولانا قاضی نور محمد مرحوم آف قلعہ دیدار سنگھ (گوجرانوالہ) کے چھوٹے بھائی تھے۔ چھوٹی صاحبزادی کا نکاح غلام محمد انور صاحب بن مولانا ڈاکٹر ظہیر الحق دین پوری رحمۃ اللہ علیہ سے ہوا۔ یہ دونوں نکاح شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے ایماء پر ہوئے۔ حافظ عبدالوحید صاحب حفظہ اللہ کی والدہ ماجدہ ۲۸ برس کی عمر میں انتقال کر گئیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ بڑی نیک اور اللہ کی ولیہ تھیں۔

تیسرا نکاح مرزا ارشاد بیگ مرحوم کی صاحبزادی سے ہوا۔ اس وقت حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی کی عمر تقریباً ۵۰ برس تھی۔ ان سے ایک بیٹا اور ۳ بیٹیاں تولد ہوئیں۔ بیٹے کا نام حبیب الرحمٰن ہے۔ حبیب الرحمٰن صاحب نے بی ایس ای کرنے کے بعد بینک میں ملازمت کی۔ اور بھی کافی تعلیم حاصل کی۔ آپ لاہور میں اقامت پذیر ہیں۔ بہت ذہین' خلیق اور دین پسند ہیں۔ بڑی بیٹی کا نکاح شجاع الدین سے اور چھوٹی بیٹی کا بدیع الزمان سے ہوا۔ یہ دونوں نوجوان بڑے شریف' لائق اور بلند اخلاق ہیں۔ منجھلی بیٹی بچپن ہی میں انتقال کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتوں اور نواسوں کی تھوڑی تفصیل دی جاتی ہے' پہلے پوتوں کا ذکر کیا جاتا ہے پھر نواسوں کا۔

(۱) مولانا محمد ادریس فاروقی بن حافظ محمد یوسف صاحب

آپ حضرت حافظ محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ فاضل درس نظامی' فاضل عربی' بی اے' مستند طبیب' متعدد کتب کے مصنف' مجلہ ''ضیائے حدیث'' کے مدیر' جامعہ اصحاب صفہ کے ناظم اپنی آبائی عظیم الشان مسجد کے خطیب' فہم القرآن اکیڈمی کے بانی' مسلمان کمپنی و مسلم پبلی کیشنز سوہدرہ/ لاہور اور ''فاروقی دواخانہ'' سوہدرہ/ لاہور کے ڈائریکٹر ہیں۔ آپ ۲۲ برس تک بلوچستان کے عروس البلاد کوئٹہ میں امور تدریس و خطابت سرانجام دیتے رہے۔ آپ ریڈیو پاکستان کوئٹہ میں اسپیکر تھے۔ وہاں سینکڑوں تقریریں کیں۔ علاوہ ازیں مرکزی جمعیت اہلحدیث بلوچستان کے امیر' مجلس تحفظ ختم نبوت بلوچستان کے نائب امیر' عربی نصاب کمیٹی بلوچستان و رویت ہلال کمیٹی بلوچستان کے رکن رہے۔ آپ کے عوامی اور حکومتی سطح پر گہرے روابط تھے۔ اس وقت بھی آپ کے کوئٹہ میں کثیر دوست اور سینکڑوں ہزاروں شاگرد ہیں۔

۱۹۹۱ء میں آپ احباب سوہدرہ کی خواہش اور اپنے چچا حافظ عبدالوحید صاحب حفظہ اللہ کے ایماء پر سوہدرہ تشریف لے آئے۔ اور باپ دادا کی مسند پر رونق افروز ہوئے۔ آپ نے طب کو پیشہ بنایا۔ اپنی آبائی مسجد میں تدریس و خطابت سنبھالی۔ اور اپنے محترم داداجان حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ کی اسلامی وطبی کتب کی از سر نو طباعت کا کام شروع کیا۔ علاوہ ازیں آس پاس تبلیغی اور دینی مساعی شروع کیں۔ اللہ آپ کی کوشش و کاوش کو مزید برکت عطا فرمائے۔ آمین۔ ان کے تین بیٹے ہیں جن کے نام یہ ہیں:

نجم المجید' حافظ قمر الحمید فیصل' حافظ شمس الاسلام نعمان فاروقی' حافظ نعمان فاروقی صاحب تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور فارغ التحصیل ہوا ہی چاہتے ہیں۔ بحمد اللہ تعلیم میں ہمیشہ نمایاں پوزیشنیں لیتے رہے ہیں۔ اور اپنے ادارے میں اپنے والد گرامی کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔ اور اپنے آبائی مشن پر جادہ پیما ہیں۔

(۲) محمد اویس

آپ مولانا محمد ادریس فاروقی کے چھوٹے بھائی ہیں جو اسلام آباد میں شعبہ صحافت سے منسلک ہیں۔ بڑے زندہ دل اور فرخندہ رو ہیں۔ ان کے دو بیٹے ہیں کاشان اور عرشان۔ مولانا فاروقی حفظہ اللہ کے چار بھائی۔ انیس' الیاس' سلیمان' طاہر سلیم بھی تھے۔ مگر عرصہ ہوا وہ قضائے الٰہی سے انتقال کر چکے ہیں۔ تین بچپن میں فوت ہوئے اور طاہر سلیم جوانی میں راہی ملک عدم ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۳) حافظ بابر وحید بن حافظ عبدالوحید صاحب

آپ حافظ عبدالوحید صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ ماشاء اللہ حافظ قرآن اور خوب تعلیم یافتہ اور برسر روزگار ہیں۔ آپ نے ہوسٹن امریکہ میں اپنا ایک تعلیمی اور ٹیکنیکل ادارہ قائم کر رکھا ہے۔

(۴) عمر وحید

یہ حافظ بابر وحید کے چھوٹے بھائی ہیں۔ یہ بھی دنیوی تعلیم سے آراستہ ہیں۔ دونوں بھائی بے حد نیک' شریف' ہونہار اور بلند اخلاق ہیں ان کا ہوسٹن (امریکہ) میں بڑا اچھا اسلامی مکتبہ ہے۔

(۵) صہیب الرحمن

یہ حبیب الرحمن صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کے بڑے بیٹے ہیں۔ دنیوی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ بہت سلجھے ہوئے اور شریف و متین اور لائق ہیں۔

(۶) حافظ اُسید الرحمن

آپ جناب حبیب الرحمن صاحب کے چھوٹے بیٹے ہیں ماشاء اللہ حافظ قرآن ہیں۔ قرآن کا نور چہرے سے عیاں ہے۔ ذہین و فطین ہیں۔ اسکول میں زیر تعلیم

ہیں۔اور گھر کے ماتھے کا جھومر ہیں۔نہایت مؤدب اور خوش خصال ہیں۔

یہ ہوئے حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی کے ۶ پوتے۔اب نواسوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔حضرت موصوف کے نواسے ترتیب وار یہ ہیں:۔

(۱)حفیظ الرحمٰن بن مولوی عبدالرشید حیدری صاحب

آپ مستحکم سیمنٹ فیکٹری فاروقیہ (ہری پور) میں ڈپٹی مینجر رہ چکے ہیں۔آج کل ٹیکسلا میں رہائش پذیر ہیں۔بہت دین پسند' وسیع الظرف اور باکردار ہیں۔ان کے بڑے بھائی خلیل الرحمٰن بچپن میں فوت ہو گئے تھے۔حفیظ الرحمٰن صاحب کے چار بیٹے ہیں' عبدالحسیب' عبدالسمیع' حافظ عبدالباسط' عبدالصمد۔حافظ عبدالباسط دنیوی تعلیم کے ساتھ درس نظامی کی بھی تکمیل کر چکے ہیں۔آپ کے سب بچے شریف اور لائق ہیں۔

(۲)ناصر محمود

یہ حفیظ الرحمٰن صاحب حفظہ اللہ کے چھوٹے بھائی ہیں۔الیکٹریشن ہیں۔کراچی میں اقامت پذیر ہیں۔بہت شریف ہیں۔آپ کے تین بیٹے ہیں' ساجد محمود' ثاقب محمود' آصف محمود۔

(۳)مشتاق احمد

آپ ٹیکسلا کے قریب ایک گلاس فیکٹری میں ملازم ہیں۔سادہ مزاج اور نیک خو ہیں۔ان کے چار بیٹے ہیں' شعیب' داؤد' ایوب اور ہارون۔چاروں سکول میں زیر تعلیم ہیں۔

(۴)محمد نعیم بن مولانا محمد ابراہیم خلیل دلاوری

آپ گورنمنٹ ہائی سکول دلاور چیمہ میں ہیڈ ماسٹر ہیں۔زمیندار اور چوہدری ٹائپ ہیں۔صالح اور باکردار ہیں۔آپ کے دو بیٹے زیر تعلیم ہیں۔محمد نوشیرواں عادل' محمد علی احمد۔

(۵) محمد کلیم خورشید

محمد نعیم صاحب مذکور کے برادر صغیر ہیں۔ ہائی کورٹ لاہور میں وکالت کرتے ہیں۔ نہایت حلیم الطبع، بڑے مہمان نواز، خوش خوراک اور شریف النفس ہیں۔ آپ کے دو بیٹے ابوبکر اور محمد احمد زیر تعلیم ہیں۔

(۶) حکیم حامد محمود

آپ منجھے ہوئے طبیب اور خوش مزاج طبیعت کے مالک ہیں۔ داتا دربار ہسپتال لاہور میں تعینات ہیں۔ آپ کے بھی دو بیٹے نام عمر محمود اور اسامہ محمود ہیں جو پڑھ رہے ہیں۔ عمر محمود پری انجینئرنگ اور اسامہ محمود حافظ قرآن ہے۔

(۷) حافظ عین العابدین بن مولوی عبیداللہ صاحب

آپ بڑے فرخندہ رو اور دوستوں کے دوست ہیں۔ اور حافظ قرآن ہیں۔ آج کل لاہور میں رہائش پذیر ہیں۔ آپ کے دادا مشہور عالم دین حضرت مولانا قاضی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جو گوجرانوالہ مجاہد پورہ میں تدریس و خطابت فرماتے تھے۔ بہت عابد، زاہد اور شب زندہ دار تھے۔ دیوبندی مکتب فکر میں آپ کا اونچا مقام تھا۔

(۸) محمود بن غلام محمد انوردین پوری صاحب

آپ خانپور کنورہ میں رہائش پذیر ہیں۔ بہت خلیق اور ملنسار ہیں۔ سکول میں مدرس ہیں۔

ان کے دیگر بھائی عارف، عابد، زاہد، احمد علی اور راشد ہیں۔ ایک بھائی فوت ہو گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ سب اپنے اپنے کاروبار میں مصروف ہیں۔ ماشاء اللہ سب بھائی خوش خلق، شریف النفس اور محنتی ہیں۔ ان میں سے عارف صاحب اپنی آبائی لائن پر دینی خدمات میں مصروف ہیں۔ ایک دینی رسالہ ''سراج''

بھی نکالتے ہیں۔ آپ کے دادا ''راستہ'' اخبار شائع کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے مولانا عبید اللہ سندھی کے نام سے ایک اکیڈمی بھی قائم کر رکھی ہے۔

دیباچہ

سوانح کی ضرورت واہمیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ أَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

حمد بے حد مرا خداوند ودود ذوالمنن
آنکہ ذاتش نے عرض نے جوہر و نے جان وتن
صد درود پاک بر روح محمد مصطفیٰ
بعد ازاں بر آل و بر اصحاب آں بدر الدجیٰ (ﷺ)

امابعد کسی رجل عظیم کی سوانحعمری یا سرگزشت لکھنے سے چند دیگر فوائد کے علاوہ ایک بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے پڑھنے والوں میں اپنی زندگی کے نشیب وفراز کا احساس پیدا ہو اور آنے والی نسلیں اس کے مطالعہ سے عبرت پذیر ہوکر ان غلطیوں سے بچیں جن سے ان کا بچنا لازم ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ کوئی مستند قابل اعتبار اور نتیجہ خیز سوانح عمری لکھنے کی تعلیم اول اول خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم کے ذریعے سے ہمیں سکھائی۔ اور اسی قرآنی تعلیم کا یہ اثر ہوا جو آج ہمیں اپنے بڑے بڑے بزرگوں کی سوانح عمریاں دکھائی دے رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس حکم لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں تمہارے لیے اچھی اقتداء ہے) نے مسلمانوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی اور سیرت مبارکہ کا جمع کرنا' اس کا جاننا' اور اس کی پیروی کرنا لازم کردیا۔ اور اسی عام حکم کی بنا پر محدثین رحمہم اللہ

اجمعین نے کمال جانفشانی اور جانکاہی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری اور حالات زندگی کو معتبر سندوں سے جمع کر کے امت کو دکھادیا اور صرف یہیں پر بس نہیں کی بلکہ اپنی جان توڑ سعی اور انتہا درجہ کی کوشش کے بعد آپ کے جانشینوں کی صحیح صحیح سوانح عمریاں بحکم عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِيْنَ جمع کردیں۔اور پھر ترقی کر کے کل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سوانح عمریاں بھی مختصر طریقے پر لکھ ڈالیں۔اور انہیں کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج ہم ''اصابہ'' ''اسد الغابۃ'' اور ''الاستیعاب'' جیسی متعدد بیش بہا کتابیں دیکھ رہے ہیں۔شَكَرَ اللّٰهُ سَعْيَهُمْ۔

ہمارے امامان دین اور علمائے امت کی کوششیں وہیں پر ختم نہیں ہوگئیں' بلکہ انہوں نے پھر تابعین' تبع تابعین اور دیگران تمام مقتدر پیشواؤں کی سوانح عمریاں بھی لکھیں کہ جن کے پڑھنے سے خلق اللہ کے دلوں میں انکی پیروی کا خیال اور ان کی راہ پر چلنے کا شوق پیدا ہو۔آنے والی نسلیں انکے حالات پڑھ کر اپنا چال چلن رفتار' کردار' عادات اور خصائل واعمال ان بلند مرتبہ لوگوں کے سے بنائیں جن کو خداوند عالم نے دنیا میں نیکی کا نمونہ بنا کر بھیجا۔

اہل مغرب نے جنہیں آج اس فن میں مشرق کے تارے نظر آ رہے ہیں یہ طرز اور یہ تعلیم مسلمانوں سے لی۔اور سب کچھ قرآن کریم سے سیکھا۔چنانچہ ڈاکٹر اسپرنگر جن کا انگریزوں میں اونچا پایہ ہے' لکھتے ہیں:

> ''علم رجال پر مسلمان جتنا بھی فخر کریں بجا ہے۔نہ ایسی کوئی قوم گزری ہے اور نہ اب ہے جس نے مسلمانوں کی طرح بارہ سو برس تک علماء اسلام کے حالات زندگی لکھ رکھے ہوں۔دیکھنے سے ہمیں پانچ لاکھ عالموں کا تذکرہ ان کی کتابوں سے مل سکتا ہے۔''

علمائے اسلام میں باجودیکہ بہت کچھ تاریخی سرمایہ جمع ہے اور اب بھی جمع ہورہا

ہے مگر افسوس ہے کہ اسے عمل میں لانے والے بہت کم لوگ ہیں۔ اکثر طبیعتیں تحصیل علوم سے ہی بالکل کٹ گئیں۔ ان میں اس قدر بھی لیاقت اور استعداد نہیں دیکھی جاتی کہ ایک نہایت سہل اور آسان تاریخ کا مطالعہ کر کے مقتدایان قوم اور مذہبی پیشواؤں کی سیرت و خصلت معلوم کر سکیں۔ ہاں اس بات کے ماننے سے مجھے انکار نہیں ہے کہ فی زمانہ بھی بہت سے ایسے اصحاب بصیرت اور اپنے اسلاف سے محبت و عقیدت رکھنے والے بزرگ اور احباب موجود ہیں جو قرون سابقہ کی معزز و ممتاز ہستیوں سے تاریخی حالات اور کتابی واقعات نہایت عزت اور وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کے مذہبی اور ملکی حالات اور ان کی عملی و علمی کارگزاریوں پر واقفیت اور تعارف پیدا کر کے مستفید و مستفیض ہوتے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی مجھے یہ کہنے میں بھی ذرا باک اور تامل نہیں کہ موجودہ زمانہ میں جس قدر ان اولوالعزم اور عظیم الشان حضرات کے تذکرے لوگوں کے نزدیک وقیع اور مسرت خیز ابھی ابھی ماضی قریب تک ہی محدود ہیں' اس قدر ماقبل کے تذکرے زیادہ دلچسپی کے ساتھ نہیں دیکھے جاتے۔ گو وہ فی ذاتہٖ اپنے ساتھ دلچسپی کے بہت کچھ سامان کیوں نہ لیے ہوں۔

اس بنا پر ضروری معلوم ہوا کہ ہم بھی اپنے جد محترم' بزرگ قوم' آفتاب علم و عرفان' استاد پنجاب حضرت مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات قلم بند کرتے اور موجودہ دنیا کو بتاتے کہ اس چودھویں صدی میں بھی ایسی ہستیاں موجود تھیں جو بے انتہا مشکلوں' مصیبتوں' اذیتوں اور مزاحمتوں کو جھیل کر علمائے مجتہدین' تبع تابعین' تابعین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی کا نمونہ بن کر دکھا گئیں۔ اور سبق دے گئیں کہ ایک انسان کس طرح دنیاوی مصائب اور آفتوں کا استقلال اور ثبات سے مقابلہ کرنے پر اور اپنا کام اولوالعزمی اور مستقل مزاجی سے کیے جانے پر مشکل سے مشکل اور غیر متوقع کام کو آسان' سہل اور قابل تعمیل کر سکتا

ہے۔ اور خالق و مخلوق ہر دو کے نزدیک پیارا اور عزیز بن سکتا ہے۔

گو ایک مدت سے میرے دماغ میں حضرت استاد پنجاب رحمتہ اللہ علیہ کی سوانح عمری لکھنے کا خیال آ رہا تھا اور بعض احباب بھی (جو اس سوانح کی ضرورت محسوس کرتے تھے) پے در پے تقاضے کیے جاتے تھے۔ مگر میں اپنی بے بضاعتی اور مواد کی قلت اور کچھ عدیم الفرصتی اور کثرت مشاغل کے باعث کچھ نہ کر سکا۔ آخر جب ان کا اشتیاق حد سے بڑھ گیا تو مجھے چار و ناچار اس میدان میں آنا پڑا۔ بہ مصداق مَالَا یُدْرَکُ کُلُّهٗ لَا یُتْرَکُ کُلُّهٗ لکھنا شروع کر دیا۔ مرحوم کے جن شاگردوں کا پتہ چل سکا ان سے میٹیریل (مواد) کی امداد چاہی۔ چنانچہ مخدومی منشی محمد الدین صاحب فوق کے اس مسودہ کا پتہ چل گیا جو حافظ صاحب مرحوم نے ۱۹۱۶ء میں ان سے لکھوایا تھا۔ اور مکرمی مولانا عبدالرحمن صاحب خلیل کے اس مواد سے بھی جو انہوں نے مرحوم کے فرمانے پر لکھ رکھا تھا بہت کچھ مدد ملی۔ اور ابتدائی حالات مولوی سلطان احمد صاحب کے قلم سے پنجابی نظم میں لکھے ہوئے مل گئے۔ اسی طرح مولوی عبدالحئی صاحب کلاسوالہ اور دیگر چند ایک بزرگوں نے اپنی یادداشت کے مطابق حتی الامکان امداد دی۔ گھر سے بھی میں نے بہت کچھ خانگی معاملات معلوم کر لیے اور ان سب کو آپس میں تطبیق دے کر اس رنگ میں ڈھالا جو آگے ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے۔

غالباً میں غلطی نہ کروں گا اگر یہ کہہ دوں کہ اکثر بایوگرافر (سوانح نگار) کسی کی لائف لکھتے ہوئے ہیرو کی ایسی وکالت کرتے ہیں کہ اس کی لغزشوں، فروگزاشتوں اور کمزوریوں سے چشم پوشی کر کے محض اس کے اخلاق حمیدہ صفات فاضلہ اور ملکہ راسخہ پر ہی زور دیے جاتے ہیں، لیکن میں ایسے طریق اور طرز عمل کو ناپسند جانتا ہوں۔ اور ایسے تاریخ نویس اور سوانح نگار کے خیال سے متفق نہیں ہوں۔ میرے نزدیک تصویر کے دونوں رخ دکھا دینے حقیقی سوانح نگاری ہے۔ سوانح عمری ایسی ہونی چاہیے جو

آنے والی نسلوں کے لیے قطب نما کا کام دے سکے۔ اور ہیرو کی سچی تصویر ثابت ہو۔

میں نے یہ مضمون لکھتے وقت کسی قسم کے لاگ لگاؤ یا رنگ آمیزی اور بے جا مدح سرائی سے کام نہیں لیا۔ بلکہ مرحوم کے حالات کا حقیقی نقشہ (جہاں تک مجھے معلوم ہو سکا ہے) کھینچ دیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو عوام و خواص کے لیے زیادہ سے زیادہ نافع بنائے۔ (آمین)

وَمَا تَوْفِيْقِي اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَيْهِ اُنِيْبُ ۝

خاکسار محمد عبدالمجید خادم سوہدروی

جنوری ۱۹۲۲ء

حضرت استاد پنجاب رحمۃ اللہ علیہ کے ابتدائی حالات

پیدائش

آپ کی پیدائش ۱۲۶۷ھ بمطابق ۱۸۵۱ء بمقام موضع کرولی سیداں (Karoili Sayydan) تحصیل پنڈ دادن خان ضلع جہلم واقع ہوئی۔ کرولی سیداں بھیرہ سے جانب شمال تقریباً ۱۶ میل (۲۴ کلومیٹر) پر واقع ہے۔

نام ونسب

آپ کے والد ماجد کا نام ملک شرف الدین بن نور خان تھا۔ یہ قوم کے اعوان تھے۔ یہ قوم غزنی سے آ کر پنجاب میں آباد ہوئی تھی اور کھیتی باڑی کرتی تھی۔ ان کی حالت متوسط تھی۔

والدین نے آپ کا نام اشرف خان رکھا تھا۔ لیکن بعض بڑوں نے نام عبدالمنان تجویز کیا' چنانچہ آپ کا نام عبدالمنان مشہور ہو گیا۔ اور بڑے ہو کر آپ نے اسی نام کو پسند کیا۔ آپ کے دو بھائی اور دو بہنیں تھیں چھوٹے بھائی کا نام نجیب خان اور بڑے بھائی کا نام حبیب خان تھا۔ حبیب خان کی اولاد اب تک کرولی سیداں میں آباد ہے۔

ابتدائی تعلیم

چونکہ اس زمانہ میں تعلیم کا رواج بہت کم تھا بلکہ یوں کہیے کہ خان لوگ اس وقت بچوں کو پڑھانا عار سمجھتے تھے۔ پڑھنا پڑھانا ملا مزا نوں کا کام سمجھا جاتا تھا۔ خصوصاً دینی

تعلیم کی طرف رجحان کا فقدان تھا۔ اہل علم کی قدر و منزلت کم ہوتی تھی۔ علاوہ ازیں دیہاتوں میں عموماً سکول بھی نہیں ہوتے تھے اس بنا پر رواج کے مطابق آپ کے والد نے بھی آپ کی طرف توجہ نہ دی۔

مگر جب آپ سن شعور کو پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں تعلیم کا داعیہ پیدا کر دیا۔ جس کی بنا پر طبیعت علم کی طرف مائل ہوگئی۔ اور دل میں حصول علم کا جوش ابھرا' چنانچہ آپ نے علم حاصل کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔

ایک آزمائش

آپ کی عمر تقریباً نو برس تھی کہ آنکھوں کی شدید تکلیف ہوگئی۔ اس وقت دیہاتوں میں نہ ہسپتال ہوتے تھے نہ ڈاکٹر حکیم۔ اور نہ لوگوں کے پاس اتنی مالی استطاعت ہوتی تھی کہ شہروں میں جا کر علاج کروا سکیں۔ حد سے حد دم اور تعویذ پر اکتفا کر لیتے تھے۔ چونکہ آپ کا بروقت علاج نہ ہو سکا اور انجام کار مرض نزول الماء کی وجہ سے آپ کی بصارت جاتی رہی۔ اناللہ۔

مگر آپ کے جذبۂ صادقہ نے حصول علم کی راہ میں اس عذر اور تکلیف کو حائل نہ ہونے دیا' اور حصول تعلیم کا جذبہ انگڑائیاں لے لے کر آپ کے دل میں اٹھتا رہا۔

ایک اور آزمائش

آپ کا سن ۱۲ برس کا ہوا تو آپ کی والدہ انتقال کر گئیں۔ اناللہ۔ جس کا آپ کو بہت صدمہ ہوا۔ لیکن ان دونوں آزمائشوں کا آپ نے بڑے صبر اور بلند حوصلگی سے مقابلہ کیا۔

آپ نے ابتدائی تعلیم قاعدہ قرآن مجید اور معمولی فارسی تعلیم گاؤں کے مولوی صاحب سے حاصل کر لی۔ لیکن آپ اس پر اکتفا نہیں کرنا چاہتے تھے بہت آگے بڑھنا چاہتے تھے۔ اگر سچی تڑپ اور جذبۂ صادقہ ہو تو آدمی ایک نہ ایک دن اپنی منزل

پالیتا ہے۔ چنانچہ ایک دن آیا کہ آپ نے اپنی منزل پالی۔

سمندِ شوق

آپ کو حصول علم کا والہانہ حد تک شوق تھا۔ اور اللہ کے فضل سے حالات اور ماحول سے بے نیاز اور لاتعلق ہو کر آپ والد گرامی کی اجازت لے کر اللہ کے نام پر گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ اور سمند سوق نے آپ کو موضع احمد آباد پہنچا دیا۔ یہ دریائے جہلم کے کنارے ایک خوبصورت گاؤں تھا۔ جہاں مولوی قادر بخش صاحب سے صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں صرف بہائی اور نحو میر پڑھیں۔ پھر وہاں سے بھلوال ضلع سرگودھا چلے گئے۔ ان دنوں وہاں سید فاضل شاہ صاحب کا شہرہ تھا۔ آپ نے ان سے کنز الدقائق اور قدوری پڑھی۔ بعد ازاں آپ موضع بوریانوالہ ضلع جہلم جناب مولوی برہان الدین صاحب حطاروی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ اس وقت کے جدی عالم تھے۔ آپ نے ان سے مراح الارواح' شرح مائۃ عامل' کافیہ' شافیہ' شرح ملا جامی' وغیرہ کتب اور منطق کے کچھ ابتدائی رسائل پڑھے۔ دماغ بہت قوی تھا اور شوق بہت غالب تھا' اس لیے آپ جلدی کتب پڑھ لیتے تھے اور جو پڑھتے تھے وہ فوراً یاد ہو جاتا تھا۔

بڑی کتب پڑھنے کا شوق

جو کتب آپ نے پڑھیں ان میں سے بھی کچھ بڑی کتب تھیں مگر آپ میں اور بڑی کتب پڑھنے کا شوق پیدا ہوا' اور یہ شوق کہیں رکتا نہیں تھا بلکہ بڑھتا ہی چلا جاتا تھا۔ علوم صرف ونحو میں آپ نے تکمیل کر لی تھی۔ اس وقت ان علوم میں آپ سے بڑھ کر شاید ہی کوئی عالم ہوگا۔

آپ اور بڑی کتب پڑھنے کے لیے ایک گاؤں ''چکی شیخ جی'' (Chakki Shaikh Jee) ضلع بنوں تشریف لے گئے وہاں مولوی گل احمد صاحب کا بہت

شہرہ تھا' ان سے ملا حسن' خیالی کے علاوہ علم معانی وفرائض اور فقہ واصول فقہ کی کتابیں پڑھیں اور باقاعدہ سند حاصل کی۔ اب آپ کے دل میں تفسیر وحدیث کا شوق مچلنے لگا۔ اس وقت صوبہ پنجاب میں صرف عالم بے بدل حضرت مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی [1] درس حدیث دیا کرتے تھے۔ آپ نے وہاں پہنچ کر ''مشکوٰۃ المصابیح'' کا سماع کیا۔ سماع حدیث کے بعد آپ اپنے گاؤں سے ہوکر کچھ دیر کے لیے مولوی گل احمد صاحب (یا بمطابق بعض مولوی قل احمد صاحب لیکن بندہ کے خیال میں گل احمد نام زیادہ موزوں ہے' اندازہ ہے یہی نام ہو گا۔ فاروقی) کے پاس بنوں (Bannu) چلے گئے۔ اوران سے بھی اسباق لیے۔ اور آپ کا خیال تھا کہ بقیہ تحصیل علم کے لیے مکہ مکرمہ چلے جائیں۔ چنانچہ آپ حج کی نیت سے یہاں سے روانہ ہوئے۔ لیکن سفری روکاوٹوں اور نامساعد حالات کی وجہ سے آپ کو اور علاقوں

(۱) مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ کا علمی پایہ بہت بلند تھا۔ آپ کے والد کا نام شیخ عبدالرحیم تھا۔ آپ ۱۰ فروری ۱۸۴۱ء بٹالہ ضلع گورداسپور میں پیدا ہوئے۔ آپ تقریباً ۲۵ برس کے تھے جبکہ لکھنؤ اور علی گڑھ کے مدارس سے علوم عالیہ وآلیہ کی تکمیل فرمائی۔ آپ نے آخر میں شیخ الکل فی الکل حضرت محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دی۔ اور صحاح ستہ کا دورہ کیا۔ آپ نے امرتسر اور لاہور کے مدارس میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ لاہور مسجد چینیاں والی میں خطابت کرتے رہے۔ آپ نے ۱۸۷۷ء میں ماہنامہ ''اِشَاعَةُ السُّنَّةِ النَّبَوِيَّة'' جاری فرمایا۔ مولانا نے اس رسالے کے ذریعے علم وفن اور توحید وسنت کی بڑی خدمت کی۔ عیسائیت اور قادیانیت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ نیچریت اور تقلید وجمود کی بھی خوب خبر لی۔ آپ علمائے اہلحدیث میں پہلے عالم ہیں جنہوں نے مرزا قادیانی اور اس کی جماعت کو چیلنج کیا۔ آپ نے برصغیر کے تمام جید علماء سے قادیانی فتنہ کے کفر کا فتویٰ حاصل کر کے اسے کتابی صورت میں شائع کیا۔ اور یہ آپ کا سب سے بڑا کارنامہ تھا۔ آپ کا یہ کارنامہ بھی ہے کہ آپ نے گورنمنٹ انگلشیہ کے کاغذوں سے ''وہابی'' نام خارج کرایا۔ اور اس کی جگہ ''اہلحدیث'' وصفی نام لکھوایا۔ ''وہابی'' نام دراصل انگریزوں نے مجاہدین وموحدین کو بدنام کرنے کے لیے رکھا تھا۔ جو لوگ اہل حدیث کو وہابی کہتے ہیں وہ دراصل انگریز کا رکھا ہوا نام رکھ کر انگریز کو خوش کرتے ہیں۔ (فاروقی)

میں بھی جانا پڑا۔ بعض جگہ کم اور بعض جگہ زیادہ رکنا پڑا۔

حصول تعلیم کے لیے روانگی

آپ کو آنکھوں کی روکاوٹ کے علاوہ مالی روکاوٹ بھی تھی۔ اور کچھ اور مشکلات بھی تھیں۔ بہرحال ہر روکاوٹ اور ہر تکلیف کے باوجود آپ نے اپنا سفر جاری رکھا۔ کوئی بھی چیز آپ کو حصول تعلیم اور منزل کی طرف سے بڑھنے سے نہ روک سکی۔ اور بات صحیح ہے۔ آدمی کا جب جذبہ صادق ہو تو کوئی چیز روکاوٹ نہیں بن سکتی۔

کالا باغ اور سندھ کا سفر

دیگر علوم سے آپ قریب قریب فارغ التحصیل ہو چکے تھے لیکن علم حدیث اور اس سے متعلقہ علوم مثلاً تدوین حدیث، علم اسماء الرجال، علم الروایت، علم الدرایت، علم الناسخ والمنسوخ، علم التطبیق والتوفیق، علم النظر فی الاسناد، علم الفاظ الحدیث، علم طبقات الحدیث، علم غریب الحدیث، علم الجرح والتعدیل اور طرق الاحادیث، علم الموضوعات، علم علل الحدیث، علم کیفیۃ الروایۃ وغیرہ میں رسوخ حاصل کرنا ضروری تھا کیونکہ ان علوم کے بغیر ایک آدمی علم حدیث کا شناور نہیں بن سکتا۔

بنوں سے روانہ ہونے کے بعد آپ نے کالا باغ ورود فرمایا، وہاں ایک آبادی دریائے اٹک کے کنارے تھی۔ جنہوں نے لب دریا ایک مسجد بنا رکھی تھی۔ جس کی سیڑھیاں دریا میں اترتی تھیں، وہ اس طرح وضوء اور غسل کے لیے بنائی گئی تھیں۔ ایک شب آپ قیام اللیل کے لیے اٹھے اور وضوء کے لیے زینہ سے اترے دریا میں طغیانی تھی، پانی سناٹے لے رہا تھا۔ آپ کو صحیح اندازہ نہ تھا حسب معمول نیچے اترے پانی کا بہاؤ زیادہ تھا۔ آپ اس میں پھسل گئے اور پانی میں بہنا شروع کر دیا۔ دریا میں غوطے کھاتے ہوئے نہ جانے آپ کہاں تک پانی میں بہتے چلے گئے۔ اور زبان سے "حسبی اللہ" پکارتے رہے۔ ایک غیبی ہاتھ نے آپ کو تھام کر صحیح سلامت

کنارے تک پہنچا دیا۔ ہاتھوں سے ٹٹولا تو معلوم ہوا کہ ایک طرف زمین نشیب ہے اور دوسری طرف کی فراز یعنی اونچی۔ نشیب کی طرف سے پانی بہت نزدیک تھا۔ فراز کی جانب متوجہ ہوئے اور ایک راستہ تک پہنچ گئے۔ اب حیران تھے اور سوچتے تھے کہ اللہ جانے کس سرزمین میں ڈالا گیا ہوں اور وہ مسجد مجھ سے کتنی دور رہ گئی ہے کہ یکا یک ایک مرغ کی آواز سنائی دی۔ آپ نے دعا پڑھی اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ۔ اس سے اتنا معلوم ہوا کہ کوئی بستی نزدیک ہے مگر معلوم نہ تھا کہ کہاں ہے؟ اچانک ایک دیوار پہ ہاتھ پڑا اور دیکھنے بھالنے سے معلوم ہوا کہ وہی مسجد ہے جس کی سیڑھیوں سے گرے تھے۔ خداوند کریم کا لاکھ لاکھ شکر بجا لائے۔ جس نے اس بلائے ناگہانی سے نجات دلائی مگر اتنا عرصہ پانی میں بہنے اور پھر اسی مقام پر نکلنے کی کچھ سمجھ نہ آئی۔

(۲) آپ نے کالا باغ میں کوئی ۲ ماہ قیام کیا۔ پھر آپ نے سندھ کی طرف رخ کیا۔ سفر بحری تھا۔ بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَ مُرْسٰهَا پڑھ کر کشتی میں قدم رکھا۔ رب کی شان جب کشتی ڈیرہ اسماعیل خان سے پچاس کوس نیچے پہنچی تو ایسی گرداب میں پڑی کہ اس کے چپے ٹوٹ گئے۔ ملاحوں نے ہزار کوشش کی مگر نجات کی امید نظر نہ آئی سب کو نفسا نفسی پڑ گئی۔ بیسیوں آدمی تھے۔ لگے اپنے اپنے پیروں کو آوازیں دینے۔ اور منتیں ماننے مگر آپ بقول میرزا ذوق ؎

احسان ناخدا کا اٹھائے میری بلا
کشتی خدا پہ چھوڑ دوں لنگر کو توڑ دوں

نہ چیخے نہ چلائے نہ ہی کسی سے منت سماجت کی چپکے سے ایک کونے میں بیٹھے دربار غوثیہ (یعنی اللہ کے دربار) میں یوں عرض کرنے لگے:

''اے پروردگار! اے ابراہیم اور ابن آمنہ کے پالنہار! اے ذرہ ذرہ

کے معبود و فریاد رس! اے سب کے غوث و مشکل کشا! اے رَحْمَتِی وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ کہنے والے اے لَا تَقْنَطُوْا سے ڈھارس دلانے والے خالق! جَلَّ شَأنُکَ وَ عَمَّ نَوَالُکَ۔ جس طرح پہلی بلائے ناگہانی سے بچایا اسی طرح اس حادثہ جانکاہ سے بھی بچا۔ میں تیرا بندہ ہوں، غلام ہوں، اور دل میں ایک ارمان لیے بیٹھا ہوں اسکو پورا ہو لینے دے۔''

آپ نہایت عجز و انکسار سے اپنے حقیقی غوث اور سچے داتا[1] کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلائے دعاء میں مشغول تھے، مگر خواجہ خضر کو پکارنے والے غیض و غضب کھاتے اور لال پیلے ہوئے جاتے تھے بلکہ ایک شریر النفس اور شرک کے اندھے پجاری نے یہاں تک جرأت کی کہ اٹھ کر زور سے آپ کے ایک طمانچہ مارا اور بولا کہ ایسے آڑے وقت میں اللہ کو پکارتا ہے؟ پیر صاحب کو کیوں نہیں پکارتا؟ وسیلے کا ہونا ضروری ہے۔ پہلے اولیاء کو پکار رب کا بعد میں مرحلہ آئے گا۔ پھنسی ہوئی کشتی پیر ہی نکالتے ہیں۔ رب نے دنیا بنا کر ان کے حوالے کر دی ہے۔

آپ نے فرمایا اے اللہ کے بندے! اللہ تیرا خالق ہے وہی تیرا مالک ہے وہی تیرا نجات دہندہ ہے۔ اس کے سوا کوئی نجات نہیں دے سکتا۔ اور نہ ہی کسی کو یہ توفیق ہے اور قرآن مجید کی یہ آیات پڑھیں:

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (انعام:۶۳) ''کہہ دیجیے! خشکی اور تری میں تم گرفتار ہونے والوں کو کون نجات دیتا ہے''؟

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

---

(۱) غوث کے معنی ہیں ''فریاد رس'' اور داتا کے معنی ہیں ''دینے والا''۔ ظاہر ہے یہ دونوں اوصاف اللہ تعالیٰ کے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ کے علاوہ نہ کوئی غوث ہے نہ فریاد رس۔ مخلوق میں سے کسی اور کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا جائز نہیں۔ (فاروقی)

وہ کیا ہے جو نہیں ہوتا خدا سے
جسے تم مانگتے ہو اولیاء سے
یہی ہے شرک یارو اس سے بچنا
خدا سے اور بزرگوں سے بھی کہنا
خدا فرما چکا قرآن کے اندر
میرے محتاج ہیں پیر و پیغمبر
نہیں طاقت سوا میرے کسی میں
کہ کام آئے تمہاری بے کسی میں

نیز فرمایا: "اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ یَکْشِفُ السُّوْٓءَ اَمَّنْ یَّهْدِیْکُمْ فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ" (النمل:۶۲،۶۳)

"یعنی وہ کون ہے جو لاچار و بیقرار کی پکار سنے اور تمہاری تکالیف دور کرے اور تمہیں زمین میں نیابت بخشے؟ کیا اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود ہے جو یہ کام کر سکے؟ تم تھوڑے ہو جو بات کو سمجھتے ہو۔ وہ کون ہے جو تمہیں خشکی اور تری کی تاریکیوں میں رستہ بتائے؟ اور باران رحمت سے پہلے روح پرور ہوائیں چلائے؟ کیا اللہ کے علاوہ کوئی اور کارساز ہے جو یہ کام کرے؟ جو تم شرک کرتے ہو اللہ اس سے بہت بلند ہے۔"

آپ نے جب ان آیات توحید کی تلاوت فرمائی تو اللہ نے دستگیری فرمائی۔ کشتی خطرے سے باہر نکل آئی۔ جس سے لوگوں کی جان میں جان آئی۔ وہ آپ کی یہ دعاء اور عقیدہ سن کر ششدر رہ گئے۔ انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور آپ کی عظمت کے معترف ہو گئے۔

جب آپ سندھ پہنچے تو پیر محفوظ اللہ صاحب سرہندی (جو ایک متدیّن سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگ اور مشہور فاضل شیخ احمد سرہندی کی اولاد سے تھے) کے ہاں اقامت پذیر ہوئے۔ ایک دن پیر صاحب موصوف کے فرزند ارجمند کے استاد صاحب سے جو کہ اس وقت ان کو ''کافیہ'' پڑھایا کرتے تھے۔ اثنائے تقریر میں غلطی سرزد ہوئی۔ آپ نے فی الفوران کو غلطی سے متنبہ کیا اور ساتھ ہی ایک سوال بھی کر دیا۔ گو استاد صاحب لائق تھے۔ وقت کی بات ہے اس وقت ایسے اڑے کہ جواب بن نہ آیا۔ اس پر پیر صاحب کی حیرت و استعجاب کی کوئی حد نہ رہی کہ ایک پندرہ سالہ نابینا لڑکا کتنا عالم اور کتنا پڑھا ہوا ہے۔

(یاد رہے کہ حافظ صاحب علوم آلیہ سے پندرہ برس کی عمر تک فراغت پا چکے تھے) اب تو پیر صاحب کی نظر میں آپ کی فضیلت و عظمت اور بھی جچنے لگی اور آپ کی پہلے سے زیادہ عزت ہونے لگی۔ یہاں تک کہ آپ کو ان کے فرزند کا معلم بنا دیا گیا اور آپ کا تعلیم دینا اور سمجھانا پیر صاحب کو بہت ہی پسند آنے لگا۔

نواب خیر پور سے ملاقات

چند روز کے بعد پیر محفوظ اللہ صاحب آپ کو ہمراہ لے کر نواب مراد علی خان والئ ریاست خیر پور کے ہاں گئے۔ اور آپ کی حیرت انگیز لیاقت و ذہانت کا ذکر نواب صاحب موصوف سے کیا۔ ان دنوں نواب صاحب کے دربار میں مولوی عبداللہ صاحب کشمیری رہتے تھے' جو ریاست کی طرف سے نہایت معتمد اور معتبر عالم تسلیم کیے جاتے تھے۔ نواب صاحب نے مولانا موصوف سے کہا ان حافظ صاحب کا ذرا امتحان تو لیجئے۔ حسب الحکم مولوی صاحب نے آپ کا امتحان علم نحو میں لیا تو آپ نہایت خوبی اور کامیابی سے پاس ہوئے اور مسائل کو اس قابلیت سے حل کیا کہ حاضرین مجلس بہت محظوظ ہوئے اور خصوصاً نواب صاحب تو آپ کے گرویدہ ہو گئے۔ نواب صاحب

نے پیر صاحب کو مخاطب کر کے کمال فرط محبت وعقیدت سے کہا ع

اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی

پیر صاحب! میں آپ کا از حد مشکور ہوں گا اگر آپ ان حافظ جی کو ہمارے پاس ہی رہنے دیں تا کہ ہماری علمی مجلس کو ان سے رونق اور ریاست کو انکی ذات ستودہ صفات سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملے۔ پیر صاحب کو گو حافظ صاحب سے دلی محبت ہو چکی تھی اور طبیعت مفارقت کو گوارا نہ کر سکتی تھی مگر نواب صاحب کی درخواست بھی کوئی ایسی درخواست نہ تھی کہ اسے مسترد کیا جاتا۔ آپ نے حافظ صاحب کی رضامندی سے نواب صاحب کو اجازت دے دی اور حافظ صاحب ہی ایک سال تک نواب صاحب کے ہاں ٹھہرے رہے۔ ایام اقامت میں جب کہیں علمی مجلس قائم ہوتی آپ کا خصوصیت سے وہاں ذکر کیا جاتا۔ اور جب کوئی علمی تذکرہ چھڑتا آپ کا نام نامی واسم گرامی سب سے پہلے پیش کیا جاتا۔ آپ بھی پیچیدہ اور اہم مسائل پر خوب دل کھول کر اس زور شور سے بحث کرتے کہ دیگر اہل علم حیران وششدر رہ جاتے اور صرفی ونحوی مسائل پر تو سب آپ کا لوہا مان جاتے۔ مختصر یہ کہ آپ نے آہستہ آہستہ نواب صاحب کی نگاہ میں لیاقت وذہانت سے وہ قدر ومنزلت حاصل کر لی جو اوروں نے عمروں میں بھی حاصل نہ کی تھی۔ اور سچ یہ ہے کہ آپ نے خدمات بھی وہ انجام دیں جن کی اوروں سے امید نہ ہو سکتی تھی۔

ارادۂ حج ومصائب راہ

ایک سال کے بعد آپ نے نواب صاحب سے اجازت طلب کی کہ میں حج بیت اللہ کا ارادہ رکھتا ہوں۔ مدت سے مجھے شوق ہے چنانچہ اسی شوق نے مجھے گھر سے نکالا اور میں یہاں تک پہنچا۔ نواب صاحب نے نہ صرف خوش دلی سے آپ کی بات قبول فرمائی اور اجازت دے دی بلکہ پانچ سو روپیہ نقد اور بیش قیمت خلعتیں عطا

فرمائیں اور سواری کے لیے ایک سانڈنی اور خدمت کے لیے دو خدمت گزار بھی ساتھ کر دیے۔ آپ وہاں سے چل کر سیدھے کراچی پہنچے اور ساتھیوں کو واپس کر کے خود جہاز پر سوار ہو کر بندرگاہ بمبئی کی طرف روانہ ہو گئے۔ سواری جہاز میں ایک ہمراہی مسمیٰ علی احمد (جو کہ ملتان کا باشندہ تھا) کی سازش سے آپ کے مبلغ پانچ سو روپے نقد سب کے سب چوری ہو گئے۔ بمبئی میں پہنچ کر آپ نے رپورٹ دی مگر پولیس والوں نے آپ کی فریاد و پکار سننے کی بجائے الٹا آپ کو مجرم قرار دے دیا اور ڈرا دھمکا کر حوالات میں بھیج دیا۔ آپ پر یہ وقت نہایت ہی مصیبت و ابتلاء کا تھا۔ ایک غریب الوطنی دوسرے بے یار و مددگار، تیسرے اسی طرح بے دردی سے آپ کو کس مپرسی کی حالت میں حوالات میں ڈال دیا گیا۔ گو صرف ۱۳ دن آپ حوالات میں رہے مگر پھر بھی اتنے دنوں کی قید اور سختی نے آپ کو بہت مضطرب و بے چین کر دیا۔

ایک رات کا ذکر ہے کہ جب آپ نہایت درد بھری آواز اور دلی قلق کے ساتھ یہ شعر پڑھ رہے تھے ؎

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبٌ لَوْ اَنَّهَا
صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا

"آہ یہ مصائب و آلام اور تکالیف و سختیاں جو مجھ مسافر اور بے بس اور بے کس پر ڈالی گئی ہیں اگر یہ دنوں پر ڈال دی جاتیں تو وہ اندوہ و غم اور پریشانیوں کے مارے تاریکی میں تبدیل ہو جاتے۔"

"اے مولا! اپنا فضل و کرم فرما، اور مجھ بے بس اور آفت رسیدہ مسافر کو ان ظالموں ناانصافوں کے پنجہ سے نجات دے۔ تُو اصل معاملہ سے واقف ہے۔ ہر کسی کے سینہ کے بھیدوں کو جانتا ہے۔ میری صداقت تجھ پہ آشکارا اور ان کی شرارت تجھ پہ ظاہر و باہر ہے۔ تو عادل ہے عدل

اور انصاف کر۔ اور مجھ درماندہ و درد رسیدہ عاجز کو اس بلاء اور تنگی سے
چھڑا دے۔"

داروغہ جیل جو ایک علم دوست' منصف مزاج اور نیک نیت آدمی تھا آپ کی ان باتوں اور اس درد بھرے لہجہ میں اس شعر کو سن کر نہایت متاثر ہوا۔ اور آپ سے مخلصانہ اور ہمدردانہ طور پر اصل حال دریافت کیا۔ جب اصل کیفیت اس پر منکشف و عیاں ہو گئی تو اس نے از راہ ترحم و مسافر پروری آپ کو حوالات سے رہائی دلوا دی۔

شہر سورت کا سفر

کچھ دن تو آپ بمبئی میں ٹھہرے رہے اور چند طالب علموں کو قرآن و حدیث پڑھاتے رہے اور اہل بمبئی کو اپنے مواعظ حسنہ سے مستفید فرماتے رہے۔ مگر آخر ش جس شوق نے گھر سے نکالا تھا اور جس مشن کے لیے آپ بے تاب و بے قرار ہو رہے تھے اور جس مقصد کے لیے اتنی صعوبتیں اور تکلیفیں برداشت کرنی پڑی تھیں سب پر غالب آیا۔ اور آپ زاد راہ مہیا کرنے کے لیے شہر سورت کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔ راستہ میں ایک قصبہ بڑسال تھا جو نہایت زرخیز زمین اور سرسبز باغات میں واقع تھا۔ آپ ایسے خوش منظر پر فضا مقام میں چند دن کے لیے ٹھہر گئے اور لوگ بھی آپ کے حسن اخلاق اور علم و فضل کو دیکھ کر معتقد ہو گئے۔ آخر آپ سیر و سیاحت سے سیر ہو کر شہر دمن میں جو پرتگیزوں کی عملداری میں تھا پہنچے۔ اور وہاں سے ایک گاؤں کی طرف روانہ ہوئے جس کا نام اکلہڑ تھا۔ وہاں کے باشندے شیعہ مذہب رکھتے تھے اور اہل سنت والجماعت کے سخت مخالف اور جانی دشمن تھے۔ سب سے پہلے جو انہوں نے سوال کیا وہ مذہب کا تھا۔ اور جونہی معلوم ہوا کہ یہ اہل سنت ہیں غصہ کے مارے لال پیلے ہو گئے۔ ہاں آپ کو ذی علم جان کر بے ادبی تو نہ کر سکے مگر یہ کہنے لگے کہ اگر تم

اصحاب ثلٰثہ[1] کو گالیاں دو گے تو تمہارا قیام و طعام یہاں ممکن ہے۔ ورنہ اسی وقت یہاں سے چلتے بنیے۔

یہ وقت آپ پر نہایت سخت اور کڑا تھا۔ اور یہی وہ گھڑی تھی جسے امتحان اور آزمائش کی گھڑی کہا جا سکتا ہے۔ سردی کا موسم تھا اور اندھیری رات ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اور اس پر نرم نرم بوندیں اور بھی غضب ڈھا رہی تھیں۔ اگر کوئی ضعیف الایمان انسان ہوتا تو جھٹ دفع الوقتی کے لیے اصحاب ثلٰثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو گالیاں دے کر نجات اور امن حاصل کر لیتا۔ مگر قربان جایئے آپ کے اعتقاد پر اور ایمان پر کہ ایسے سخت اور آڑے وقت میں بھی رائی برابر فرق نہ آیا اور انہیں نہایت ہمت اور جرأت سے جواب دیا کہ میاں وہ اصحاب ہمارے مقتدا ہیں ہمارے رہبر اور واجب الاحترام بزرگ ہیں جب تک میرے جسم میں جان اور منہ میں زبان ہے میں ہرگز اس فعل بد کا مرتکب نہیں ہوں گا۔ اور گالیاں دینا تو درکنار کوئی بھی بے ادبی کا حرف زبان تک نہیں لاؤں گا۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ یہ کسی صورت دم میں آنے کے نہیں یعنی بات ماننے کے لیے تیار نہیں اور اپنے عقیدے میں ویسے ہی پکے اور راسخ ہیں جیسے پہلے تھے' تو ذرا ترشی اور سختی سے پیش آنے لگے اور ڈرانے دھمکانے لگے۔ مگر آپ بھی کوئی معمولی دل گردے کے آدمی نہ تھے جو ڈراوے اور دھمکی سے ڈھیلے پڑ جاتے' اپنی بات پر قائم رہے۔ اور نہایت متانت اور سنجیدگی سے ان کو جواب دیتے رہے۔ آخر وہ زیادہ دیر ضبط نہ کر سکے اور برا بھلا کہنے پر اتر آئے۔ حتیٰ کہ نوبت بایں جا رسید کہ آپ کو ہاتھ سے پکڑ کر گاؤں سے باہر کر دیا۔ جنوری فروری کا مہینہ' کڑاکے کی سردی' جاڑے کا زور' رات کا سماں' چاروں طرف گھٹا ٹوپ اندھیرا' بارش کی نرم نرم بوندیں اور اس پر

۱۔ اصحاب ثلٰثہ یا خلفائے ثلٰثہ سے مراد حضرت ابوبکر' حضرت عمر' اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم ہیں۔ اہل اسلام کے نزدیک ان کا مقام بہت بلند ہے وہ ان کی شان میں گستاخی کرنا کفر جانتے ہیں۔ (فاروقی)

ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے یخ بستہ جھونکے الامان والحفیظ۔ آپ نے اللہ پر توکل کیا۔ مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ پر غور کر کے گاؤں سے ایک میل باہر سڑک پر بستر بچھایا اور لیٹ گئے۔ رب کی شان ابھی آپ کو لیٹے ہوئے کوئی زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا اور آپ سردی کی وجہ سے کروٹ پر کروٹ لے رہے تھے۔ نیند آتی اور کبھی اچاٹ جاتی تھی کہ یکایک والی ریاست سکھہ کو چین کی سواری اس سڑک پر آ گئی۔ نواب صاحب کے آدمیوں میں اتفاقاً کسی کا پاؤں آپ پر جا پڑا اور وہ گر گیا۔ فوج میں بڑا شور وغل ہوا۔ اور ایک کہرام سا مچ گیا۔ سپاہ نے آپ کو بشبہ چور ماخوذ کر لیا اور حسب مصداق ؎

هر بلائے کہ از آسمان آید
خانۂ مومناں تلاش کند

آپ پر ایک اور مصیبت نازل ہوئی۔ آپ متوکل علی اللہ اور مشیت ایزدی کے پوری طرح قائل تھے۔ مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ کہہ کر اپنے آپ کو ان کے حوالے کر دیا اور نواب صاحب کے حکم سے ریاست میں پہنچ کر آپ کو حوالات میں دے دیا گیا۔ گزشتہ حوالات کو بندی خانہ کی تکالیف اور مصائب کو ابھی آپ بھولے نہ پائے تھے کہ دوسری مصیبت آن پڑی اور جی میں کہتے تھے ؎

ایک مشکل سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا
پڑ گئی دوسری کیسی میرے اللہ نئی

دن چڑھتے ہی نواب صاحب نے حکم دیا کہ رات کا چور پیش کیا جائے۔

حسب الحکم آپ کو پیش کیا گیا۔ دربار میں مجمع عام تھا اور ایک مولوی صاحب کچھ بیان کر رہے تھے۔ تقریر نہایت پر تاثیر اور دلوں کو لبھانے والی تھی۔ نواب صاحب مع ارکین وعمائدین ادھر متوجہ ہو گئے اور ایسے ہمہ تن گوش ہو کر سننے لگے کہ

پیش شدہ مقدمہ کا خیال ہی نہ رہا۔ مولوی صاحب موصوف نے اثنائے تقریر میں ایک مسئلہ نحو غلط بیان کر دیا جس پر حافظ جی چونک پڑے اور فی الفور مولوی صاحب کو روک دیا۔ اب تو مولوی صاحب کی بھی آنکھیں کھلیں اور لگے ادھر ادھر جھانکنے کہ ہائیں' اس مجلس میں اور بھی کوئی عالم ہے؟ آہ ؎

خاکساران جہان را بحقارت منگر
تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

ترجمہ : خاکساران جہان کو تو حقارت سے مت دیکھ۔ تجھے کیا معلوم کہ اس گرد میں کوئی سوار موجود ہو؟

اب تو نواب صاحب نے بھی حافظ صاحب کی طرف دیکھا اور نہایت توجہ سے آپ کی سرگزشت سنی۔ آپ کے سابقہ واقعات من وعن سن کر ہمدردی کا اظہار فرمایا۔ اور اپنے ہاں قدر دانی فرمائی اور مہمان رکھا۔ چند روز کے بعد آپ نے نواب صاحب سے رخصت طلب کی اور آپ کو شاہی خزانہ سے پچاس روپیہ اور کچھ پارچہ جات مرحمت فرما کر عزت سے رخصت کیا گیا۔

شہر سورت کے حالات

ایک عجیب خواب

پیچھے لکھا جا چکا ہے کہ بمبئی کے ایام قیام میں آپ نے درس قرآن وحدیث شروع کر دیا تھا۔ اور کئی ایک تشنگان علم آپ سے مستفیض ہونے لگ گئے تھے۔ مگر ان ایام میں آپ کو علم منطق کا بڑا شوق تھا اور مدت سے یہ خواہش تھی کہ کسی لائق استاد سے منطق کا علم حاصل کروں۔ چنانچہ آپ کو بتایا گیا کہ سورت میں ایک مولوی صاحب بڑے عالم' منطق کے فاضل اور علوم آلیہ میں مشاق اور ماہر کامل ہیں۔ اگر آپ ان کے پاس پہنچیں تو ممکن ہے کہ اس اشتیاق کو جلد پورا کر سکیں۔

چنانچہ آپ اکتساب فن کا جذبہ لے کر شہر سورت کے لیے چل پڑے۔ اب جبکہ آپ سورت میں پہنچ چکے تھے تو ضروری تھا کہ ان مولوی صاحب کی تلاش کر کے اپنے اس دیرینہ خیال اور قدیمی اشتیاق کو پورا کرتے چنانچہ آپ شہر کے علماء' فضلاء' مثل مولانا فاضل اور مولوی غلام حسین ملقب بہ لقب باغ مادو وغیرہم سے ملاقات کرتے ہوئے بمصداق جوئیندہ یابندہ' مولوی محمد اسمعیل صاحب کے پاس پہنچ گئے۔ جو حنفی القادری مشرب کے عالم تھے۔ آپ کا بیان ہے کہ میں نے جب سے آمین اور رفعیدین کی حدیثیں پڑھی تھیں ان ہر دو سنتوں کو کبھی ترک نہ کیا تھا۔ مگر یہاں مولوی صاحب کے ڈر سے میں نے آمین رفع یدین نہ کی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ مجھے نہ پڑھائیں۔ رات کو جو سویا تو کچھ اور ہی عالم تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک وسیع ہال ہے جس میں ہر طرح کی آسائش و آرام کا سامان مہیا کیا گیا ہے۔ فرش بھی نہایت عجیب بچھا ہوا ہے جس پر لوگ نہایت قرینے سے بیٹھے ہوئے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی وعظ کی مجلس ہے۔ خلقت کا ہجوم بہت زیادہ ہے اور ایک نہایت خوبصورت برگزیدہ صفت' فرشتہ سیرت' نورانی شکل انسان ممبر پر وعظ فرما رہے ہیں۔ میں بھی اس مجلس کی طرف بڑھا جونہی قریب پہنچا ایک شخص نے جو دربان معلوم ہوتا تھا مجھے ہاتھ سے پکڑا اور پیچھے ہٹا دیا۔ میں نے کہا میں بھی وعظ سننا چاہتا ہوں۔ مجھ کو کیوں نکالا جاتا ہے۔ اس نے کہا یہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ اس اندھے کو میری مجلس سے نکال دو۔ میں یہ سن کر لرز گیا۔ اور کانپتے کانپتے عرض کیا۔ آخر کوئی وجہ قصور۔ اس نے کہا حضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ اندھا اللہ کا کلام اور میرا کلام چھوڑ کر گندگی حاصل کرنے آیا ہے۔ اس لیے اس کو ہماری مجلس سے نکالا جائے۔ میں نے کہا میں توبہ کرتا ہوں اور تا زیست عہد کرتا ہوں کہ اب صرف قرآن و حدیث ہی پڑھوں گا۔ اور انہی کا درس دوں گا۔ جب میں اس ہوشربا خواب سے بیدار ہوا تو صبح

نماز ہو رہی تھی۔ میں نے اسی وقت شامل ہوتے ہی رفع یدین شروع کر دی اور آمین بھی کہہ دی۔ بس پھر کیا تھا۔ سب لوگ میرے گرد ہو گئے۔ جہلاء ایذاء رسانی اور دشنام دہی پر اتر آئے۔۔ مولوی صاحب الگ لال پیلے ہو گئے۔ مقتدیوں میں ایک رئیس تھے جو کچھ پڑھے لکھے اور متحمل مزاج تھے میرے پاس آ بیٹھے اور نہایت نرمی و متانت سے کہنے لگے کہ حافظ جی آپ آمین و رفع یدین چھوڑ دیں۔ یہ کوئی مستحسن افعال تو ہیں نہیں اور نہ ہی سنت ہیں۔ ان کی وجہ سے خواہ لوگ آپ کے درپے ہیں۔ میں نے کہا جناب خان صاحب' آپ کس سلسلہ میں داخل ہیں اور کیا مذہب رکھتے ہیں؟ فرمانے لگے میں قادری ہوں اور حضرت پیر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہوں۔ مذہب حنفی رکھتا ہوں۔ میں نے انہیں نہایت سلیم الطبع اور منکسر المزاج دیکھ کر کہا کہ کیا حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی کتاب بھی تصنیف فرمائی ؟ کہنے لگے کہ ہاں' ''غنیۃ الطالبین'' تصنیف فرمائی ہے۔ میں نے کہا اچھا اگر غنیۃ الطالبین میں ہی پیر صاحب نے آمین رفع یدین کے متعلق لکھا ہو تو پھر کیا خیال ہے؟ فرمانے لگے کہ اچھا اگر اس کتاب سے دکھا دو تو ہم مان جائیں گے۔ میں نے کہا مان جائیں گے کیا' کہیے پھر تو کیا کریں گے۔ اچھا کتاب لاؤ۔ چنانچہ وہ لائے اور میں نے تمام جماعت کے سامنے ان کو وہ جگہ[1] بتا دی جہاں رفع یدین اور آمین بالجہر کا ذکر تھا اور عبارت اچھی

---

(۱) کتاب غنیۃ الطالبین کے پہلے باب کی فصل میں جہاں کہ پیر صاحب نے نماز کے ارکان' واجبات' مسنونات اور مستحبات گنائے ہیں آپ فرماتے ہیں اَلْمَسْنُوْنَاتُ فَاَرْبَعَۃُ عَشَرَ اَلْاِسْتِفْتَاحُ وَالتَّعَوُّذُوَ قِرَأۃُ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَ قَوْلُہٗ اٰمِیْن اِلٰی اٰخِرِہٖ۔ یعنی نماز کی سنتیں (مسنون کلام) چودہ ہیں پہلے دعاء اِنّی وَجَّھْتُ یا سُبْحَانَکَ اَللّٰھُمَّ یا دیگر) پڑھنا اعوذ پڑھنا' بِسْمِ اللّٰہِ پڑھنا اور آمین کہنا سنت ہے۔ اس سے ذرا آگے چل کر ہیئت نماز میں فرماتے ہیں وَالْجَھْرُ بِالْقِرَاءَۃِ وَ اٰمِیْنَ. یعنی مغرب' عشاء' فجر کی نماز میں اونچی آواز سے قرأت پڑھنا اور بلند آواز سے آمین کہنا چاہیے۔ ترمذی' ابو داؤد' ابن ماجہ' دارمی' نسائی' مسند احمد' ابن خزیمہ' دار قطنی' حاکم وغیرہ کتب احادیث میں==

=حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ سے باختلاف الفاظ یہ حدیث منقول ہے اور بہت سے ائمہ حدیث نے اسے صحیح اور حسن کہا ہے اور اصل اس کی صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بھی ہے۔ حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے سنا ہے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَالضَّآلِّيْن. فَقَالَ آمِيْنَ مَدَّبِهَا صَوْتَهٗ (مشکوٰۃ نظامی ص ۶۳) اس کے سوا اور بھی احادیث ہیں۔ صحیح بخاری مصری ص ۹۹ میں ہے اَمَّنَ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَ مَنْ وَّرَآءَهٗ حَتّٰى اَنَّ لِلْمَسْجِدِ لَلُجَّةً یعنی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے مقتدی اس بلند آواز سے امین کہتے تھے کہ مسجد گونج اٹھتی تھی۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے استاد جن کی نسبت امام صاحب کا قول ہے مَارَأَيْتُ مِثْلَهٗ (میزان ذہبی) یعنی میں نے ان جیسا اور کوئی آدمی نہیں دیکھا- وہی حضرت عطاء بن رباح تابعی فرماتے ہیں اَدْرَكْتُ مِأَتَيْنِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا الْمَسْجِدِ يَعْنِي مَسْجِدِ الْحَرَامِ ...... اِذَا قَالَ الْاِمَامُ وَلَا الضَّآلِّيْنِ رَفَعُوا اَصْوَاتَهُمْ بِاٰمِيْنَ (بیہقی) میں نے دوسو ۲۰۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پایا کہ جب امام صاحب مسجد حرام (بیت اللہ شریف) میں ولا الضالین کہتے تو وہ بلند آواز سے آمین کہتے تھے۔

پیر صاحب ''غنیۃ الطالبین'' کی فصل آداب میں یوں ارقام فرماتے ہیں:

يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِلٰى فُرُوْعِ اُذُنَيْهِ اَوْحَذْ و مَنْكِبَيْهِ كَمَا بَيَّنَّا فِي اَوَّلِ الْكِتَابِ الخ یعنی قرأت سے فارغ ہونے کے بعد جب رکوع جائے تو اللہ اکبر کہے اور دونوں ہاتھ کانوں تک یا کندھوں تک اٹھا کر رفع یدین کرکے رکوع کرے جیسا کہ ہم نے شروع کتاب میں بیان کیا ہے۔

اور شروع کتاب میں یوں فرمایا ہے وَ اَمَّا الْهَيْئَاتُ فَخَمْسٌ وَّ عِشْرُوْنَ رَفْعُ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الْاِفْتِتَاحِ وَالرُّكُوْعِ وَالرَّفْعِ مِنْهُ اِلٰى اٰخِرِهٖ یعنی ھیئات نماز کی پچیس ۲۵ ہیں پہلے نماز شروع کرتے وقت دونوں ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہیں پھر رکوع کرتے وقت پھر رکوع سے اٹھتے وقت بھی رفع یدین کریں'' جیسا کہ صحیح بخاری' صحیح مسلم' ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ' مؤطا امام مالک اور حاکم وغیرہ حدیث کی کل کتابوں اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد رشید امام محمدؒ کی کتاب ''مؤطا امام محمد میں بھی یہ حدیث ہے: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذ و مَنْكِبَيْهِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ وَ اِذَاكَبَّرَ لِلرُّكُوْعِ وَ اِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ رَفَعَهُمَا كَذٰلِكَ بلکہ بیہقی میں یہ حدیث ہے فَمَا زَالَتْ تِلْكَ صَلٰوتَهٗ حَتّٰى لَقِيَ اللّٰهَ تَعَالٰى۔ (تلخیص الحبیر ص ۸۱) یعنی رسول کریم ﷺ =

طرح سمجھا کر ذہن نشین کرا دی۔ جب انہوں نے وہ عبارت خوب غور سے دیکھ بھال لی تو معداپنے رفقاء کے اہل حدیث ہو گئے اور مجھ سے محبت کرنے لگے اور کئی روز تک مجھے اپنے ہاں مہمان رکھا۔ لوگ ان کے بھی مخالف ہو گئے۔ مگر انہوں نے سنت کے مقابلے میں کسی کی پرواہ نہ کی۔

اس وقت رہنے کو تو میں سورت شہر میں تھا مگر چونکہ اس خواب سے دل برداشتہ ہو چکا تھا۔ اس لیے اب دل قرآن وحدیث کے اشتیاق میں بے قرار تھا۔ اور آنکھیں

= آخر زندگی تک اسی طرح رفع یدین سے نماز پڑھتے رہے۔ حاشیہ مؤطا امام محمد میں مولانا عبدالحی حنفیؒ لکھتے ہیں اِنَّ ثُبُوتَهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَكْثَرُ وَاَرْجَحُ وَ اَمَّا دَعْوىٰ نَسْخِهٖ فَلَیْسَتْ بِمُبَرْهَنٍ عَلَیْهَا بِمَا یَشْفِی الْعَلِیْلُ وَ یَرْوِیَ الْغَلِیْلُ یعنی جو لوگ کہتے ہیں کہ رفع یدین کرنا منسوخ ہے ان کا قول بے دلیل ہے اور امام ابوالحسین سندھی مدنی حنفی بھی حاشیہ ابن ماجہ مصری جلد اول ص ۱۴۲ میں لکھتے ہیں وَ اَمَّا قَوْلُ مَنْ قَالَ اَنَّ ذَالِکَ الْحَدِیْثُ نَاسِخٌ یَرْفَعِ غَیْرِ تَکْبِیْرَۃِ الْاِفْتِتَاحِ فَهُوَ الْقَوْلُ بِلَا دَلِیْلٍ (اِلٰی أَنْ قَالَ) وَ الرَّفْعُ أَقْوىٰ وَ أَكْثَرُ یعنی جو لوگ کہتے ہیں کہ رفع یدین کرنا منسوخ ہو گیا ان کا قول غلط ہے۔ رفع یدین کرنے کی حدیثیں بہت زیادہ اور بہت قوی ہیں۔ امام بخاری جزء رفع یدین میں لکھتے ہیں کہ حسن اور حمید اپنی روایت سے کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (کل کے کل) رفع یدین کیا کرتے تھے آپ کسی ایک کو بھی خارج نہیں کرتے۔ گویا یہ مسئلہ ایسا ہے جس پر صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے۔ اور مجد الدین فیروز آبادی نے کتاب السفر السعادۃ میں لکھا ہے کہ کثرت ایں معنی بہ تواتر ماندہ است و چہار صد اثر و خبر دریں باب صحیح شدہ وعشرہ مبشرہ روایت کردہ اند۔ یعنی یہ حدیث متواتر ہے اور چار سو روایتیں رفع یدین کرنے کے ثبوت میں آئی ہیں۔ امام سیوطی ازھار المتناثرہ میں لکھتے ہیں کہ منجملہ اور متواتر حدیثوں کے رفع یدین کرنے کی حدیث بھی متواتر ہے تینوں مذہبوں میں تینوں اماموں کے نزدیک رفع یدین کرنا ثابت ہے۔ یعنی امام مالک امام شافعی اور امام احمد تینوں رفع یدین کے قائل ہیں۔ پھر جو شخص چاروں مذہبوں کو برحق مانتا ہو وہ رفع یدین سے کیسے انکار کر سکتا ہے؟ کم از کم رفع الیدین کو منسوخ یا عمل زائد بتانے کی جسارت تو نہیں کرنی چاہیے۔ افسوس! بڑے بڑے علماء تعصب کی رو میں بہہ کر اس ثابت شدہ سنت کا انکار کر دیتے ہیں۔ (خادم سوہدرویؒ)

زیارت بیت اللہ کے شوق میں ترستی تھیں۔ روح تڑپتی تھی ۔

دل سے جو لو لگی تھی تو ہر دم تھی یہ دعا
پہنچا دے مجھ کو منزل مقصد پہ یا خدا

بیت اللہ کی لگن اس وقت میرے دل میں چٹکیاں لیتی تھی۔ میں تنہائی میں بیٹھ کر بہت سوچتا غور وفکر کرتا کہ اب کسی طرح وہاں پہنچوں' پر ہوں تو اڑ چلوں۔ طاقت ہو تو پرواز کر جاؤں۔ لیکن مجبور تھا' کچھ نہ کر سکتا تھا۔ ہوتے ہوتے یہ خبر میرے اس دوست کو جو اب مجھے دل سے چاہتا تھا اور بہت پیار کیا کرتا تھا مل گئی۔ اور میری جدائی اس پر بہت شاق گزری۔ وہ چاہتا تھا کہ اب کسی طرح مجھے ہمیشہ کے لیے اپنے پاس رکھ لے مگر جس وقت اسے میرے ارادے کا پتہ چلا تو وہ کچھ کہہ نہ سکا۔ اور اپنے خیال میں ناکام رہا۔ جب میں نے اس سے رخصت چاہی تو بہت سی قیل وقال کے بعد کہنے لگا کہ حافظ صاحب' واللہ' مجھے آپ سے دلی محبت ہو گئی تھی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ آپ کو اپنے آپ سے دور ہونے دوں۔ مگر آپ کے اس ارادہ حج اور اشتیاق زیارت بیت اللہ نے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ روک کر گنہگار نہ بنوں اور اپنے سینے پر پتھر رکھ کر آپ کو اجازت دے دوں۔ یہ کہہ کر وہ اٹھا گلے سے لپٹا اور رو کر کہنے لگا فی اَمَانِ اللہ ۔

مے روی و مے رود جانم بتو
خوش برو فاللہ خیرٌ حافظا

یہ نقدی ہے قبول فرمائیے اور زاد راہ بنائیے۔ آہ! اب مجھے آپ جیسا مخلص دوست پھر نہیں ملے گا۔ قسمت تھی کہ زیارت ہو گئی اور راہ سنت کی ہدایت نصیب ہو گئی۔ اچھا اب دعاء میں نہ بھولیے گا ۔

حرم کے جانے والو! خانہ کعبہ میں اگر پہنچو
ہمیں بھی یاد رکھنا جب ذکر دربار میں آئے

بہاؤ نگر کے حالات

شہر سورت سے چل کر آپ نربد کے پار قصبہ نادیر میں پہنچے۔ مگر یہاں بھی غیر مقلد [۱] ہونے کی وجہ سے کئی ایک مصیبتوں کا سامنا ہوا بلکہ ایک مولوی صاحب سے تو اس مسئلہ پر تھوڑی سی بحث چھڑ گئی۔ وہ کہنے لگے کہ تم چاروں اماموں میں سے کسی ایک کے مقلد ہو جاؤ تو خیر' ورنہ یہاں کے لوگ ماریں گے۔ اور نکال دیں گے۔ آپ نے کہا مولوی صاحب! آپ تو عالم شخص ہیں۔ پہلے یہ فرمایئے کہ اگر کوئی ان چاروں اماموں میں سے کسی کا بھی مقلد نہ ہو تو حرج کیا ہے؟ فرمانے لگے کہ جو شخص ایسا ہوگا وہ قیامت کے دن در بدر مارا پھرے گا اور کوئی پرسان حال نہ ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ۔ یعنی قیامت کے دن ہم ہر ایک آدمی کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے اور جس کا امام نہ ہوگا وہ کیا کرے گا؟

آپ نے فرمایا! كُلُّ اُنَاسٍ کا لفظ عام ہے۔ ذرا غور تو کیجئے کہ اس میں صرف

---

(۱) مقلدین جامدین کے حلقے میں ''غیر مقلد'' کا لفظ گالی کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ بلکہ یہ آج بھی گالی متصور ہوتا ہے۔ مقلدین کے نزدیک جیسے تقلید' اسلام کا چھٹا رکن ہے۔ ان کے نزدیک جس نے تقلید ترک کر دی گویا اس نے اسلام کا ایک رکن ترک کر دیا۔ لیکن یہ ساری تعصب' تنگ نظری اور کم فکری کی باتیں ہیں۔ بچے یا کم علم لوگ ایسی باتیں کریں تو کوئی جائے تعجب نہیں' افسوس کہ بڑے بڑے علامہ فہامہ اپنی محفلوں میں ایسی باتیں کرتے ہیں جبکہ صورت حال یہ ہے کہ تقلید جامد خیر القرون میں عنقا تھی۔ یہ تقلید بمطابق تاریخ چوتھی صدی ہجری میں شروع ہوئی۔ اگر یہ اتنی اہم تھی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیوں نہ کی؟ کیا وہ نعوذ باللہ راہ سے ہٹے ہوئے تھے؟ تفصیل کے لیے اسی کتاب کے مصنف حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق کتاب ''سیرۃ الائمہ'' کا مطالعہ فرمایئے' بفضلہ آنکھوں سے ضد اور تعصب کے دبیز پردے اتر کر حقیقت حال منکشف ہو جائے گی۔ اور امید ہے ''سیرۃ الائمہ'' کے مطالعہ سے بہت فائدہ ہوگا یا مسئلہ تقلید پر بندہ کی کتاب پڑھیے۔ اگر دونوں کا مطالعہ کر لیجئے گا تو سبحان اللہ۔ (فاروقی)

تمہاری بتائی ہوئی قید کب ہے؟ چونکہ ہر ایک میں ''شیعہ' سنی' رافضی' خارجی' معتزلہ بلکہ کفار' آریہ' ہندو' سکھ' عیسائی' چوہڑے' چمار سب شامل ہیں۔ اس لیے اگر آیت پیش کردہ سے ائمہ کی تقلید ثابت ہوتی ہے تو غیر مذاہب کے پیشواؤں کا اتباع بھی تو واجب ہونا چاہیے جس سے ان کی معذوری اور نجات کی بھی قوی امید ہوسکتی ہے کیونکہ انہوں نے بھی وجوب شرعی پر عمل کیا ہے۔ کیا خیال ہے جناب کا؟

پھر مولوی صاحب نے ایک دوسری آیت فَاسْئَلُوا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (یعنی اگر تمہیں کوئی مسئلہ معلوم نہ ہو تو اہل علم سے پوچھ لو) پر توجہ دلائی۔ اس کا جواب بھی آپ نے یوں فرمایا کہ فَاسْئَلُوا صیغہ عام ہے کہ جس کو مسئلہ معلوم نہ ہو تو کسی عالم سے پوچھ لیا کرے اور لفظ اہل الذکر کا اسم جنس ہے کہ وہ لغت میں واحد اور جمع سب پر اطلاق کرتا ہے کہ تم جس عالم سے چاہو پوچھ لیا کرو کسی خاص کی قید نہیں آئی۔ غرضیکہ تھوڑی ہی گفتگو کے بعد مولوی صاحب لاجواب ہو گئے۔ اور آپ دوسرے دن وہاں سے بہاؤ نگر کی طرف چلے آئے۔ یہاں ایک جامع مسجد کے بالائی حجرہ میں فروکش ہوئے۔ جمعہ کا دن تھا۔ جمعہ آپ ہی نے پڑھایا اور آپ کے وعظ کا سارے شہر میں چرچا ہو گیا کہ ایک نوجوان اور نوعمر لڑکا اتنا بڑا عالم ہے اور ایسی پردرد و پرتاثیر وعظ کہتا ہے کہ دلوں کو تسخیر کر لیتا ہے۔ لوگ جوق در جوق آتے' سلامیں کرتے' تعظیمیں بجالاتے' غرض آپ کی بہت عزت بن گئی۔

خدا کی حکمت دشمنوں کی شرارت سے یہاں بھی مسئلہ تقلید نے سر اٹھایا اور آپ کو ''غیر مقلد'' کہہ کر مسجد سے نکلوا دیا۔ اللہ تیری شان سچ ہے ؎

قادرا قدرت تو داری ہر چہ خواہی آن کنی
تخت از شاہان ستانی طالب یک نان کنی

مگر واہ رے حوصلہ' آپ لوگوں کا یہ سلوک دیکھ کر نہ گھبرائے اور نہ ہی جادۂ

استقلال سے ڈگمگائے۔اور ایسے مصائب و آلام سے کئی بار آپ کا سامنا ہوا۔آپ ہمیشہ کی طرح اب بھی صداقت پر ڈٹے رہے۔متعصب لوگوں سے بیسیوں مرتبہ سابقہ پڑا۔صعوبتیں برداشت کیں، کوفتیں جھیلیں مگر ثابت قدمی نہ چھوڑی۔آپ مسجد سے نکل کر یہ پڑھ رہے تھے :

حَسْبِیَ اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ وَ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ اَللّٰهُمَّ كُنْ لِي مُعِيْنًا اَللّٰهُمَّ كُنْ لِي جَارًا مِنْ شَرِّهِمْ جَلَّ ثَنَاءُكَ وَ عَزَّ جَلَالُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ ۔قصہ مختصر یہ کہ اللہ نے آپ کا ہاتھ تھام لیا اور ایک شخص سیٹھ عثمان نامی آپ کو اپنے مکان پر لے گیا اور آپ کو ایک ماہ تک کمال عزت واحترام سے اپنے ہاں ٹھہرائے رکھا۔اس اثناء میں آپ سے کچھ ایسے ایسے عجیب وغریب واقعات ظہور پذیر ہوئے کہ کئی سنگ دل ومتعصب انسان جو آپ سے متنفر ہو گئے تھے آپ کی طرف مائل ہونا شروع ہو گئے۔اور آپ کے ان کمالات کے آگے سرنگوں ہو گئے۔سچ ہے ؎

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

آپ کی ایک کرامت

اس ملک کے بچھو بڑے موٹے اور سخت زہریلے تھے۔وہ بچھو اس قدر زہریلا کہ جس کو کاٹتا اس کا زندہ رہنا مشکل ہو جاتا۔ایک آدمی کو بچھو نے کاٹا آپ نے اس پر لعاب لگا دی۔خدا کی حکمت وہ آدمی آناً فاناً چنگا بھلا ہو گیا۔اسی طرح کئی مریضوں نے آپ کے دم مبارک سے شفا پائی۔شہر بھر میں اس کا چرچا ہوا۔مقلدوں نے بھی آپ کا لوہا مانا۔اور ہجوم خلائق آپ کے درِ دولت پر رہنے لگا۔

حاکم شہر کے ماموں مسمّی کیسر سنگھ نے جب آپ کی شہرت سنی تو آپ کو اپنے

ہاں طلب کیا۔ واللہ اعلم آپ نے کیا سوچ کر جانے سے انکار کر دیا۔[1] رئیس نے ایسے صاف انکار سے برہم ہو کر شہر سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔ آپ کے دل میں پہلے ہی سے شوق دیدار بیت اللہ غالب تھا اور شب و روز کا وظیفہ تھا ؎

خدایا تیری رحمت سے نصیب ایسا زمانہ ہو
فقیر خستہ جان و خستہ خاطر بھی روانہ ہو
گلستان حرم میں جا کے میرا آشیانہ ہو
پھروں لبیک کہتا اور میری صورت دیوانہ ہو
تمنا ہے اب ان آنکھوں سے بیت اللہ کو دیکھوں
پھر اس کو دیکھ کر بیت رسول اللہ کو دیکھوں

آپ نے فوراً ایک ہمراہی کو ساتھ لیا اور چل پڑے۔ بہاؤ نگر سے ابھی تھوڑی دور گئے ہوں گے کہ پیچھے سے دو سوار آپ کے تعاقب میں دوڑتے ہوئے دکھائی دیے۔ آپ ڈر گئے لیکن اصل بات ڈر کی نہ تھی بلکہ ان دو سواروں نے جب آپ کو ٹھہرایا تو ان کے پیچھے پیچھے چند آدمی ایک شخص کو ڈولی میں بٹھائے ہوئے لیے آ رہے تھے۔ ڈولی اتاری گئی تو ان سواروں نے بڑی منت اور الحاح سے عرض کیا کہ جناب اس شخص کو بچھو نے کاٹا اور یہ اضطراری و بیقراری سے کراہ رہا ہے۔ للہ اس پر رحم فرمائیے۔ اور دم کیجئے۔ آپ نے حسب معمول آب دہن اس کے نیش (ڈنک) پر

(۱) علمائے حق عموماً رؤسا و امراء کے دروازوں پر جانا ناپسند جانتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو بھی جب خلیفہ وقت نے اپنے بیٹوں کو گھر آ کر پڑھانے کا کہا تو آپ نے فرمایا: اَلْعِلْمُ یُؤْتٰی وَلَا یَأْتِیْ۔ ”یعنی علم کے پاس چل کر آیا جاتا ہے علم کو دروازوں پر نہیں پھرایا جاتا۔“

افسوس! آج اکثر علماء نے اپنے مقام بلند کو نہ پہچانا اور اپنا مقام کھو دیا۔ اور دن رات لوگوں کے دروازوں پر جوتے گھساتے پھرتے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں خودداری اور خود شناسی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (فاروقی)

لگایا تو وہ دیکھتے ہی دیکھتے اچھا ہو گیا۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَلٰى ذٰلِکَ۔ چونکہ وہ ایک رئیس کا لڑکا تھا۔ اس لیے وہ لوگ آپ کو پھر کمال عزت اور اصرار سے واپس لے گئے۔ ایک دن آپ اس مکان میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگہاں چھت گر پڑی۔ تین آدمی چھت کے نیچے دب کر مر گئے۔ مگر آپ کو اللہ کی قدرت سے بالکل کوئی گزند نہ پہنچا۔ اور صحیح وسلامت باہر نکل آئے۔ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔

قادرا قدرت تو داری برکمال
اَنْتَ رَبِّیْ اَنْتَ حَسْبِیْ ذُوالْجَلَالِ

لوگوں کے اعتقاد اس حیرت انگیز معجز نما واقعہ سے اور بھی راسخ ہو گئے اور وہ آپ پر پروانہ وار جاں نثار ہونے لگے۔

کیسر سنگھ رئیس فارسی زبان میں اچھی خاصی لیاقت رکھتا تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ اب عربی زبان سے بھی کچھ واقفیت پیدا کرے۔ آپ کو ملازمت کے لیے کہلا بھیجا۔ مگر چونکہ آپ اس وقت پابندی سے قطعاً متنفر ہو چکے تھے اور ادھر اپنے مالک سے بھی لو لگائے بیٹھے تھے اور زاد راہ کے لیے بھی روپیہ ہو چکا تھا۔ اب ٹھہرنے کو مناسب نہ سمجھا۔ نفی میں جواب دیا اور یہ کہہ کر چل دیے۔

کیا پڑا ہے دیر تک ٹکروں پر میر
اٹھ کے کعبہ چل خدا رزاق ہے

سفر بیت اللہ

آپ ایک قابل اعتماد ساتھی کو لئے سوئے بیت اللہ روانہ ہوئے۔ آپ کا ساتھی شہر سورت کا ایک سوداگر تھا' وہ آپ کا بہت معتقد اور ہمدرد تھا۔ علاوہ ازیں خلیق' ملنسار اور نیک تھا۔ بمبئی پہنچ کر آپ سمندری جہاز پر سوار ہوئے۔ جہاز نے جب لنگر اٹھایا تو

آپ یہ کہہ کر عازم سفر ہوئے ۔

دریں دریائے بے پایاں دریں امواجِ شور افزاؔ
دل افگندیم بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَ مُرْسٰهَا

جہاز ۲۴۰ میل کا فاصلہ طے کرتا ہوا گیارھویں دن جدہ جا پہنچا۔ یہ شہر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت ۲۶ھ میں بندرگاہ قرار پایا تھا۔ یہاں جنوب کی جانب لیلیٰ مجنوں کی قبر بھی بتائی جاتی ہے جس کی زیارتیں لوگ کرتے ہیں۔ جانب شمال باب مکہ سے باہر حضرت حوا علیہا السلام کا مزار پچاس ہاتھ کے قریب بنا ہوا ہے۔ جو ایک وسیع احاطہ میں گھرا ہوا ہے۔ یہاں پر حضرت حوا کی قبر شاید فرضی ہے۔ کیونکہ طبری میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے بعد طوفان کے حضرت حوا کی نعش کو بیت المقدس میں حضرت آدم علیہ السلام کی نعش کے ساتھ دفن کیا تھا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

یہاں نماز پورب کی طرف رخ کر کے ادا کی جاتی ہے۔ اور مکہ معظمہ مشرق کی جانب ۴۰ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

دوسرے روز آپ اونٹوں پر سوار ہو گئے آپ نے یہ دعا، سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَ اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ پڑھی اور قافلہ روانہ ہو گیا۔ مکہ مکرمہ دس میل کے قریب رہ گیا ہو گا کہ آپ اس کے حرم میں جہاں حدِّ حرم مقرر ہے داخل ہوئے تو زبان پر یہ الفاظ تھے۔

اَللّٰهُمَّ هٰذَا حَرَمُكَ وَ مَأْمَنُكَ فَحَرِّمْ لَحْمِیْ وَ دَمِیْ وَ بَشَرِیْ عَلَی النَّارِ وَ اٰمِنِّیْ عَذَابَكَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ اَوْلِیَائِكَ وَ اَهْلِ طَاعَتِكَ۔

منتظر تھیں جس کی آنکھیں جس کا دل مشتاق تھا

شکر ہے صد شکر' وہ اب بام پر آنے کو ہے

بیت اللہ میں حاضری

مولا! تیرا احسان اور ہزار ہزار شکر ہے کہ اس قدر مصائب و تکالیف جھیلنے اور اتنی سختیاں اور غم اٹھانے کے بعد تو نے اپنے پیارے گھر کی زیارت سے مشرف گردانا۔ اے خالق کے مقبول و پسندیدہ اور مخلوق کے محبوب و مرغوب بیت اللہ میں نے تیری چاہت میں تیرے دیدار کی حرص میں تیرے شوق وصال میں اپنے وطن اور عزیز وطن کو چھوڑ کر سختیاں سہیں، زحمتیں جھیلیں، محبوس ہوا' دکھ اٹھائے لیکن آج اپنی جان کی امان پا کر در دولت پر آستانہ بوسی کے لیے باادب کھڑا ہوں:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّی لَکَ الْحَمْدُ وَ لَکَ الْفَضْلُ لَبَّیْکَ وَ سَعْدَیْکَ وَالْخَیْرُ کُلُّہٗ فِیْ یَدَیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ۔ بیت اللہ کا طواف کیا حج کے جملہ فرائض و مناسک بجا لائے۔ باب کعبہ اور حجر اسود کے مابین ملتزم کے مقام پر جو اجابت کی جگہ ہے پردہ پکڑ کر خانہ کعبہ سے لپٹ کر دیوار پر گال رکھ کر ہاتھ پھیلا کر دعائیں کیں' آہ وزاریاں کیں' دل کے بخار نکالے اور خوب روئے ۔۔

روने سے غمِ دین میں مزا ملتا ہے
یعقوب سے کچھ رتبہ سوا ملتا ہے
واں آنکھ کھلی جمال یوسف دیکھا
یاں بند ہوں آنکھیں تو خدا ملتا ہے

یہیں چند روز کی اقامت میں مفتی عباس سے جو حنفی المذہب تھے ملاقات ہو گئی۔ اس وقت آپ کا سن اٹھارہ کے قریب تھا۔ بدن اچھا خاصا مضبوط رنگ سرخ' اور چہرہ رعب دار تھا۔ مفتی صاحب بڑے گوہر شناس واقع ہوئے تھے۔ ذہانت سے فوراً تاڑ گئے کہ یہاں کچھ ہے۔ بڑی محبت اور شفقت سے پیش آئے۔ اپنے ہاں

ٹھہرایا۔ اور بعض مسائل پر عالمانہ انداز میں بحث اور تبادلۂ خیال کر کے اس گفتگو سے کافی لطف اٹھایا۔

سفر مدینہ منورہ

زیارت بیت اللہ کے بعد آپ کا دل اس نگری کے دیکھنے کو بھی تڑپتا تھا کہ جہاں حبیب اللہ اشرف انبیاء محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ (فداہ ابی و امی) صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ مبارک ہے۔ جس کا نام مدینۃ الرسول ہے اور جس پر دن رات ہزاروں رحمتیں برستی ہیں۔ جس کی چاہت میں دل سے دعاء نکلتی ہے کہ ؎

وہ دن خدا کرے کہ مدینہ کو جائیں ہم
خاک در رسول کا سرمہ لگائیں ہم

مگر چند روکاوٹیں ایسی حائل ہوئیں اور چند موانع ایسے پیش آ گئے کہ جن کی وجہ سے آپ کو چند یوم اور رکنا پڑا۔ ساتھ کے قافلے جاتے نظر آتے تو دل ہی دل میں کہتے ؎

جب مدینہ کا مسافر کوئی پا جاتا ہوں
حسرت آتی ہے یہ پہنچا' میں رہا جاتا ہوں
قافلے والے چلے جاتے ہیں آگے آگے
مدد اے شوق! کہ میں پیچھے رہا جاتا ہوں

آخر خدا خدا کر کے وہ ظلمت بھری تاریک شب کٹی۔ اور اس کے پردہ سے وہ مبارک و مسعود دن نمودار ہوا کہ جس کی نورانی درخشانی صبح میں وہ گھڑی موجود تھی کہ جس میں آپ کا قافلہ بھی عازم سفر ہوا۔ بس پھر کیا تھا شوق زیارت میں دنوں کا سفر گھنٹوں اور گھنٹوں کا سفر منٹوں میں طے ہونے لگا۔

مگر واہ سبحان اللہ کیا ہی عجیب حالت ہے اور کیسی انوکھی آزمائش ہے کہ جو شخص

اللہ عز و جل کی محبت و صداقت کا مدعی بنتا ہے اس کے دین و اسلام کا شیدائی و فدائی ہونے کا اعلان کرتا ہے اس کی محبت و الفت میں محویت کا دم بھرتا ہے تو وہ ذات اقدس برتر و اعلیٰ اس کو مختلف قسم کی ارضی و سماوی آفات میں مبتلا کر کے آزماتی ہے اور جانچتی ہے کہ واقعی سچا مدعی ہے یا محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ قدم قدم پر وہ شخص لغزشیں اور ٹھوکریں کھاتا ہے لیکن کمال خوش قسمت و خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس امتحان میں پاس ہوئے اور اس ابتلاء میں کامیاب نکلے —— اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ.

ہر کہ دعویٰ محبت او کرد
صد ہزاراں امتحاں بروے کند
گر بود صادق کشد بار جفا
گر بود کاذب گریزد از بلد

آپ دو منزلیں طے کر چکے تھے کہ آپ کے قافلہ پر بدوؤں نے حملہ کر دیا۔ چند جوشیلے اور نوجوان حاجیوں نے ان کا مقابلہ بھی کیا مگر افسوس کہ بدّو اپنی شاہ زوری سے بہت سا مال و متاع لوٹ لے گئے۔ چند جانیں بھی تلف ہوئیں۔ بدوؤں نے آپ کی سواری والے اونٹ کے پاؤں کاٹ ڈالے۔ مگر الحمد للہ آپ بال بال بچے۔ ناچار جب کوئی صورت آگے بڑھنے کی نظر نہ آئی تو مایوس و بے سر و سامان ہو کر واپس بیت اللہ کو لوٹے۔ چلنے کو تو آپ چل رہے تھے مگر خیال اسی محبوب کائنات کے سبز گنبد پر جما ہوا تھا اور دل یہ کہہ رہا تھا ؎

جب مدینہ جائیو تو ہم سے مل کر جائیو
ہم بھی اک پیغام اے باد صبا کہنے کو ہیں
وہ رسول ہاشمی جو اس جگہ مدفون ہیں

ان کی روحِ پاک کو صَلِّ عَلٰی کہنے کو ہیں

جب آپ واپس بیت اللہ پہنچ گئے تو چوہدری نصر اللہ خان رئیس حیدرآباد دکن سے ملاقات ہوئی۔ اس رئیس نے آپ کے حالات و واقعات سے آگاہی پائی اور آپ کے اس اضطراب و اشتیاق کا پتہ لیا تو نہایت شفقت و مہربانی سے پیش آیا۔ اور کمال عنائت و مہمان نوازی سے آپ کو اپنے ہمراہ مدینہ منورہ لے جانے کو کہا۔ ابھی تھوڑے ہی دن گزرے ہوں گے کہ آپ نے اپنے آپ کو دیارِ حبیب کی معنبر اور مہکتی ہوئی گلیوں میں پایا۔

آہ! وہ گلیاں کہ جن کی شان میں کہا گیا ہے ؎

مریضو چلو ہند سے سوئے یثرب — کہ دارالشفاء ہیں مدینے کی گلیاں
چلو فکر و غم سے تو چھٹ جائیں گے ہم — بہت دلربا ہیں مدینے کی گلیاں
نگاہوں میں جچتے نہیں باغ و گلبن — بڑی دلکشا ہیں مدینے کی گلیاں
ہر اک قلب مومن میں عظمت ہے ان کی — رسالت کی جا ہیں مدینے کی گلیاں
مدینے کی گلیاں ہیں پھولوں کی کلیاں — یہ بستاں سرا ہیں مدینے کی گلیاں

مدینہ طیبہ مکہ معظمہ سے ۲۴۵ میل پر شمال کی طرف واقع ہے اس کی آب و ہوا نہایت عمدہ، معتدل، روح پرور اور صحت بخش ہے۔ زمین بھی زرخیز اور شاداب ہے۔ شہر کے اطراف میں بکثرت باغات اور ہزارہا کھجور کے درخت اور ثمر دار اشجار ہیں۔ باشندے نہایت خوش رو، خوش خو، حلیم، متواضع، نرم دل، پاک سیرت، نفیس طبیعت، ملائک خصائل اور فرشتہ افعال ہیں، آبادی قریباً پچاس ہزار نفوس پر مشتمل ہے اور وسعت شہر مکہ سے نصف ہے۔ مگر عظمت و شہرت مکہ معظمہ سے کم نہیں۔ کیونکہ مکہ میں اگر خانہ خدا ہے تو مدینہ خانۂ محبوب خدا ہے۔ مکہ اگر مشرق نبوت ہے تو مدینہ مغرب رسالت ہے۔ مکہ مکرمہ اگر سارے شہروں کی جان اور مسلمانوں کی جائے امان ہے، تو

مدینہ منورہ میں مسجد نبوی اور مسجد میں روضۂ سرور کائنات فخر موجودات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ آہ ؎

بار خدایا میری زباں پہ یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لیے

دنیا میں بہت کم ایسی مذہبی عمارات وعبادات گاہیں ہوں گی جو حرم نبوی کی خوبصورتی اور شوکت کا دعویٰ ہمسری کر سکتی ہوں۔ چنانچہ اسی کی شان میں کہا گیا ہے ؎

کیا ہے اس شاہ رسل کا بھی جلالی دربار
بادشاہان جہاں رعب سے تھراتے ہیں
کیا ہی دربار ہے دربار حبیب رحمت
فیض اس در سے سبھی جن وبشر پاتے ہیں

مسجد نبوی میں جہاں کہ ایک نماز کا ثواب ہزار نماز کے برابر ملتا ہے وہاں آپ نے پچاس نمازیں با جماعت ادا کیں اور دس روز کے قیام کے بعد بیت اللہ شریف میں واپس تشریف لے آئے اور یہاں سے جدہ کی طرف روانہ ہوئے ——————

بیت اللہ! تیرے شوق وصال میں میں سخت سے سخت جان جوکھوں میں پڑا۔ جان کی پرواہ نہ کر کے تیرے دیدار کو آیا۔ لیکن آہ! آج رخصت ہوتا ہوں۔ مجھے یاد ہے کہ کسی چیز کو ہمیشہ قیام نہیں۔ نہ ہی عداوت وتعصب کو دوام ہے اور نہ ہی محبت و الفت کو استمرار اور پائیداری ہے۔ لیکن آج میں تیری جدائی کی حسرت دل میں لے کر وطن کو مراجعت کرتا ہوں ؎

ضرورت است ورنہ خدائے مے داند
کہ ترک صحبت جاناں نہ اختیار من است

مراجعت سوئے ہند

حیدرآباد، مالا بار اور کاٹھیاوار کا سفر

سعودی عرب سے واپسی پر جدہ پہنچ کر آپ جہاز میں سوار ہوئے۔ لیکن جب ایک آدمی کی ہمراہی میں جہاز کی طرف آ رہے تھے تو ہمراہی کا ہاتھ چھوٹ گیا اور آپ سمندر کے تلاطم میں گر پڑے۔ ایک تیراک نے کود کر بڑی عجلت اور پھرتی سے آپ کو نکالا۔ اور الحمدللہ آپ اس ناگہانی صدمہ سے بال بال بچے۔ جہاز پر سوار ہوئے اور بمبئی پہنچے۔ یہاں مولوی نظام الدین صاحب مدرس اعلیٰ مدرسہ سیٹھ کمو ں سے ملاقات ہوئی۔ جو خلیفہ حمید الدین صاحب مرحوم لاہوری کے (جن کے نام پر مدرسہ حمیدیہ قائم ہوا تھا) حقیقی برادر تھے۔ صاحب موصوف نے کمال مہربانی سے آپ کو اپنے مکان پر اتارا اور آپ کچھ دن یہاں ٹھہر کر حیدرآباد دکن کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں جا کر سالار جنگ اور شمس الامراء صاحبان سے ملاقات ہوئی جو بڑی خاطر و مدارت سے پیش آئے۔ اور پھر آپ وہاں سے مدراس کی راہ مالا بار چلے گئے۔ جہاں سیٹھ ابوبکر نامی ایک رئیس کے مکان پر رہائش کی۔ سیٹھ صاحب ایک علم دوست مہمان نواز اور صالح نوجوان تھے۔ آپ کی بہت عزت و تکریم بجا لائے ملیبار میں چاول چونکہ بکثرت ہوتے ہیں' اس لیے وہاں کے لوگ اکثر چاول ہی کھایا کرتے ہیں۔ آپ ان کے عادی نہ تھے۔ تکلیف ہوئی اور چلے گئے۔ مگر سیٹھ صاحب نے اصرار کیا اور آپ کی خاطر دور سے آٹا منگوالیا۔ ایک دن آپ بالا خانہ پر بیٹھے ہوئے تھے کہ پنجابی حسینی برہمن کہیں مانگتے ہوئے آ نکلے۔ مدت بعد اپنی پنجابی زبان کا شعر ان کی گدایانہ صدا کرنے پر آپ کو سنائی دیا۔ بقول شخصے کہ ؎

خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر

جی خوش ہوا اور وطن یاد آ گیا۔ باوجود تخالف مذہب و ملت کے ان ہم وطنوں

سے بڑے تپاک و محبت سے ملے گویا ؂

دشت غربت میں مسافر کو وطن یاد آیا

جب آپ نے ان سے اپنی زبان میں چند باتیں کیں اور طبیعت خوش ہوئی تو سیٹھ صاحب نے آپ سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ خیر تو ہے؟ ان سے مل کر آپ کافی محظوظ ہو رہے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ یہ میرے ہم وطن ملے ہیں اور وطن کی باتیں سن کر میرا دل بہت خوش ہوا ہے۔ سیٹھ صاحب ایسے رحم دل آدمی تھے کہ آپ کی خاطر ان سائلوں کو ایک ایک اشرفی دے دی جب تک آپ وہاں رہے وہ برہمن ہر روز آپ کی ملاقات کو آتے رہے اور سیٹھ صاحب بھی یومیہ ان کو کچھ نہ کچھ دیتے رہے۔ کچھ عرصہ بعد آپ مالا بار سے چل کر پھرتے پھراتے کاٹھیاوار کی طرف آ نکلے یہاں مولانا محمد سلیمان صاحب جونا گڑھی کی شہرت سنی جو بڑے عالم اجل، متقی، صالح، متدین اور بزرگ آدمی تھے کچھ عرصہ آپ ان کی صحبت میں رہے اور ان کی علمی فیض سے بہرہ اندوز ہوئے۔ پھر آپ وہاں سے چل کر سومنات (مشہور مندر) سے ہوتے ہوئے ایک ناگیا نامی گاؤں میں ٹھہرے اور دوسرے دن بندر گھوگھا سے جہاز پر سوار ہو کر عازم بمبئی ہوئے۔ وہاں ایک عرب سوداگر جہاز سے اترتا ہوا ملا جس نے آپ سے بہت سی علمی باتیں پوچھیں اور بہت خوش ہوا۔ اس نے آپ کو بڑی منت و سماجت سے کہا کہ ہمارے ساتھ عرب میں چلئے آپ نے انکار کیا اور اس نے اصرار کیا مگر اتفاقاً اس کا جہاز ہند کی کسی اور بندرگاہ کا معقول کرایہ پا کر ادھر چلا گیا اور آپ بمبئی اتر آئے۔ آپ فرماتے تھے کہ اس زمانہ میں میں یہ خیال کرتا تھا کہ میں بہت بڑا عالم ہوں اور دراصل یہ میری کمزوری تھی۔ آدمی خاہ کتنا اونچا ہو جائے اسے انکساری و فروتنی نہیں چھوڑنی چاہیے۔

بمبئی کے حالات

چند عجیب وغریب واقعات

بمبئی کے محلہ کھلہ میں جہاں کہ اہلحدیث رہتے تھے آپ کا قیام ہوا۔ اور بدستور سابق وعظ ہونے لگے۔ اس وقت چونکہ آپ کو وعظ میں اچھا خاصا ملکہ پیدا ہو چکا تھا اس لیے جدھر جاتے لوگ عزت سے پیش آتے۔ عنفوان جوانی اور اس پر آپ کی خوش الحانی لوگوں کو تسخیر کیے لیتی تھی۔ وعظ نہایت پر جوش اور غضب کا کہتے تھے جسے لوگ دور دور سے سننے کے لیے آتے تھے۔ صبح نماز فجر کے بعد اپنے مکان پر آپ قرآن کا درس بھی دیا کرتے جسے سننے کے لیے اور لوگوں کے علاوہ چند بنگالی طالب علم ہر روز آیا کرتے تھے۔ ایک دن ایک بنگالی آیا اور کہنے لگا کہ حافظ جی! آج رات آپ کے پاس کوئی عورت آئی تھی' جو یہ انگیا چھوڑ گئی۔ آپ خفا ہوئے تو اس نے آپ کو چارپائی سے وہ ریشمی انگیا اٹھا کر دکھا دی آپ کو انگیا دیکھتے ہی معأرات کا واقعہ یاد آ گیا جو اس طرح بیان فرمایا کہ میں جس مکان میں رہتا تھا وہ سہ منزلہ تھا اور میری اقامت تیسری منزل پر تھی۔ تینوں منزلوں میں جائے ضرورت صرف ایک ہی تھی۔ جو دوسری منزل پر بنائی گئی تھی۔ جب میں ضرورت کے لیے زینہ کی طرف چلا تو میرے کندھے سے ایک کندھا ٹکرایا۔ لیکن جب کان لگائے تو کوئی آواز یا آہٹ سنائی نہ دی۔ جائے ضرورت میں داخل ہوا تو کسی نے باہر سے دروازہ بند کر دیا بعد فراغت میں نے دو تین دفعہ آواز دی کہ زنجیر اتار دو۔ ورنہ دروازہ توڑ دوں گا۔ اسی اثناء میں دروازہ کھل گیا اور کسی عورت کے ہنسنے کی آواز آئی۔ جب میں اپنے مکان پر آیا تو پھر اندر سے دروازہ بند پایا۔ حیران ہوا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ آوازیں دیں' زنجیر ہلائی' دروازہ کھٹکھٹایا اور دھمکایا کہ دروازہ کھول دو ورنہ توڑ دوں گا۔ وہ عورت بدستور سابق کھلکھلا کر ہنسی اور دروازہ کھول دیا۔ میں بستر پر لیٹ گیا۔ تو اس نے مجھے دبانا شروع

کر دیا میں نے ٹٹولا تو سوائے دبانے کی حرکت کے اس کے وجود کو کہیں نہ پایا۔ معلوم ہوا کہ وہ کوئی جنات میں سے تھی۔ جو انگیا بطور نشانی چھوڑ گئی۔ (۱)

وہ انگیا بازار میں فروخت کرنے پر دس روپیہ کو بکی جس سے آپ نے تفسیر معالم التنزیل (قاضی ابراہیم تاجر بمبئی سے) خرید کی اور بہت سا علمی فائدہ اٹھایا۔

۲۔ ایک دن آپ بمبئی کے بازار میں پھر رہے تھے کہ ایک شخص نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ عبدالمنان آپ ہی کا نام ہے؟ جواب دیا کہ ہاں میرا ہی نام ہے۔ کہنے لگا کئی دنوں سے آپ کی تلاش میں ہوں۔ میرا مقصود یہ ہے کہ آپ کو تحصیل علم حدیث کی ترغیب دوں۔ اب سب اطراف سے توجہ ہٹا کر بس حدیث مبارکہ سیکھیں۔ باقی علوم میں آپ کو رسوخ ہو چکا ہے' اب علم حدیث میں رسوخ حاصل کریں۔ کیونکہ میرا وجدان گواہی دیتا ہے کہ اگر آپ حدیث پڑھ جائیں گے تو ہزارہا لوگوں کو فیض یاب کریں گے۔ آپ نے اس کا نام اور وطن پوچھا۔ جواب ملا کہ آپ کو اس سے کیا غرض۔ ناصح اسلام والمسلمین ہوں۔ خاکسار نام ہے۔ آپ سے چند باتیں کہنی تھیں مگر ؎

مرادیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد
و بروم و رکشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

ترجمہ: مراد دل میں ہے اگر بیان کروں تو زبان جلتی ہے اور اگر چھپاؤں اور بیان نہ کروں تو مغز استخوان جلتا یعنی ہڈیوں کا گودا جلتا ہے۔

عزیز من! اب وعظ کرنا چھوڑ دو۔ حدیث پڑھو اور حدیث کے خادم بن جاؤ۔

(۱) جنات میں بھی انسانوں کی طرح اقسام ہیں۔ برے اور نیک' دیندار اور بے دین' شریف اور شریر۔ اور یہ ہر جگہ ہوتے ہیں یا ہو سکتے ہیں۔ وہ وزیر آباد میں بھی ہو سکتے ہیں اور بمبئی میں بھی۔ ایسی باتوں میں خواہ مخواہ حیرت یا تعجب کی کوئی بات نہیں۔ حضرت حافظ صاحب کے زمانہ طالب علمی کے حالات بیان کرتے ہوئے اگر یہ واقعہ بیان کر دیا گیا ہے تو اس میں کوئی وجہ پریشانی یا انکار کی ضرورت نہیں۔ (فاروقی)

واعظ دنیا میں بہت ہیں اور ہوتے رہیں گے۔قوم میں زیادہ ضرورت ہے اس وقت درس و تدریس کی۔ تعلیم و تعلم کی۔ خدام حدیث کی۔ قَالَ اللّٰهُ اور قَالَ الرَّسُوْل کہنے والوں کی۔ گم گشتہ راہ لوگوں کو صراط مستقیم پر لانے والوں کی۔ سوایسے لوگ فی زمانہ کم ہیں اور اللہ کرے کہ تم بھی ان میں سے ایک ہو جاؤ۔ ع

مان لیں کہنا اگر آپ' تو پھر کیا کہنا

بس جونہی اس بزرگ نے تقریر ختم کی ہاتھ سے ہاتھ ملایا۔اور غائب ہو گیا۔ اور ایسا غائب ہوا کہ پھر باوجود تلاش کے نہ ملا۔ ہاں یہ درد بھرے ناصحانہ اور قیمتی الفاظ اپنی یادگار چھوڑ گیا۔اس کا انداز بیان اور گفتگو کا لہجہ کچھ ایسا مخلصانہ و دردمندانہ تھا کہ حافظ صاحب پر اثر کیے بغیر نہ رہا۔معاً دل میں درد پیدا ہوا۔طبیعت نے پلٹا کھایا اور حدیث کی ایسی لگن ہوئی' کہ از سر نو تحصیل علم کا شوق پھر عود کر آیا ۔

افزوں ہوئیں کچھ اور محبت کی شورشیں
تجدید آرزو جو ہوئی التوا کے بعد

حدیث کا والہانہ شوق

آپ بمبئی کی ایک مسجد میں مولانا محمد محدث سہارنپوری کے ہاں تھے کہ ایک شخص سے آپ کی ملاقات ہوئی جو اضلاع یمن کا باشندہ تھا اور مولوی شریف سلیمان اس کا نام تھا۔ صحیح بخاری اس کو از بر تھی۔اس کی زبانی اس کے چند عجیب وغریب حالات اور دلچسپ واقعات سن کر آپ کو بھی حفظ حدیث کا شوق ہوا اور اس شوق نے یہاں تک ترقی کی کہ آپ نے ''مشارق الانوار'' جیسی ضخیم کتاب اکتالیس (۴۱) یوم کے قلیل عرصہ میں حفظ کر لی۔جس میں تعداد احادیث غالباً دو ہزار سے بھی زیادہ ہے۔

خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت

آپ کو اثنائے حفظ ''مشارق الانوار'' خواب میں تین مرتبہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لعاب مبارک آپ کے منہ میں ڈالی اور دوسری دفعہ آپ کو اپنے سینے سے لگالیا۔آپ فرماتے تھے کہ اس مرتبہ مجھے اتنی فرحت نصیب ہوئی کہ اس کا کیف بیان سے باہر ہے۔ایک دن آپ کسی نومسلم سے کسی بات پر ناراض ہوئے تو رات کو پھر تیسری مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔آپ کو تنبیہ فرمائی کہ نومسلم سے باخلاق حسنہ پیش آنا چاہیے اور عفو سے کام لے کر غصہ تھوک دینا چاہیے۔قریباً قریباً آپ کے الفاظ یوں تھے "لَا تَغْضَبْ عَلَيْهِ وَ ارْفِقْ بِه" یعنی اس نومسلم پر غضبناک نہ ہو اور اس سے نرمی کا برتاؤ کرو۔

علاوہ ازیں بمبئی میں رہنے سے آپ کو اور بھی بڑے بڑے علمائے کرام و صوفیائے عظام کی زیارت کا وقت ملتا رہا۔اور قسم قسم کے علمی فوائد کا موقع ہاتھ آتا رہا اور وہ بھی آپ کو تحصیل علم و حدیث کی ترغیب دلاتے رہے۔چنانچہ مولوی عبدالشکور صاحب مقیم محلہ مچھلی بندر شاگرد مولانا عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی سے ملاقات ہوئی اور مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی، مولوی بشارت اللہ صاحب کابلی، مولانا ہدایت اللہ صاحب مدراسی، مولانا شیخ عبدالحق صاحب بنارسی تلمیذ خاص امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے۔مولانا شیخ عبدالحق صاحب نے آپ میں جوہر دیکھ کر آپ کو حدیث کی طرف توجہ دلائی۔اور اس کا اہل جان کر مولانا نواب سید صدیق حسن خان صاحب بھوپالی کی طرف ایک سفارشی خط لکھ دیا اور تاکید فرمائی کہ وہاں ضرور پہنچو۔

سفر بھوپال

بمبئی سے چل کر آپ ناگپور پہنچے۔وہاں بھی چند روز اقامت فرما کر دو ایک وعظ کیے۔اثنائے وعظ میں ایک ہندوستانی پہلوان آپ کے وعظ سے متاثر ہو کر

مسلمان ہو گیا۔ جس کا شہر میں بہت چرچا ہونے لگا اور لوگ شب و روز بکثرت آپ کی زیارت کو آنے شروع ہو گئے۔ حتیٰ کہ روسائے شہر بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور صحبت سے فیضیاب ہونے کو فخر سمجھنے لگے۔ لوگ چاہتے تھے کہ اب آپ کو ناگپور ہی میں ٹھہرا لیں۔ مگر آپ ایک رات وہاں سے بلا اطلاع چل نکلے اور صبح ہوتے موضع کیونٹی میں جو وہاں سے دس میل کے فاصلہ پر تھا جا پہنچے۔ حافظ عبدالعزیز و محمد یٰسین سوداگران سے ملاقات ہوئی جو بہت خاطر و مدارت سے پیش آئے پھر وہاں سے چھپارہ کا عزم کیا اور اس سفر میں ایک عجیب واقعہ بھی پیش آیا۔

آپ کے ساتھ ایک رفیق اور ایک بیل گاڑی والا تھا' جب رات کو چاروں طرف اندھیرا چھا گیا تو آپ نے میدان ہی میں ایک جگہ ڈیرا کر لیا۔ نماز ادا کی اور سو گئے۔ ابھی سوئے ہی تھے کہ کسی شخص نے ہاتھ ڈالا اور آپ کے سرہانے سے آپ کا بیگ کھینچنا چاہا۔ مگر اس کے بال اتنے لمبے تھے کہ آپ کے منہ پر گرے اور آپ نے اس کو پکڑ لیا۔ اس کے بدن پر صرف ایک ہی کپڑا تھا۔ دیکھنے میں وہ بڑا قوی ہیکل' دراز قامت اور بارعب جوان تھا۔ مگر ان کے مارنے پر نہ تو بولتا نہ بھاگتا اور نہ ہی مقابلہ کرتا تھا۔ اس کی اس عجیب و غریب کیفیت نے ان پر اور اثر ڈالا اور یہ اس کو چھوڑ کر اسی وقت وہاں سے چل دیے۔

کھوڑی پہاڑ کے وسط میں جب پہنچے تو بگھی سے اتر کر آپ ایک نشیب کی طرف پیشاب کرنے کو بیٹھے۔ ابھی بیٹھے ہی تھے کہ ایک بپھرا ہوا شیر آیا۔ اور قریب تھا کہ ایک ہی جھپٹے میں آپ کا خاتمہ کر دیتا۔ مگر چونکہ اس قادر مطلق کی مشیت میں ابھی آپ نے طویل زندگی پا کر کارہائے نمایاں کو ظہور میں لانا تھا۔ بہر حال وہ شیر اس عمیق غار میں جو آپ سے ایک گز کے فاصلہ پر واقع تھا گر پڑا اور اپنے آپ کو سنبھال نہ سکا۔ آپ اٹھے اور پھرتی سے سوار ہوئے۔ گاڑی کی رفتار تیز کر دی۔ تھوڑی ہی دیر میں

نو میل کا سفر طے کر لیا اور ناگہانی بلا سے محفوظ بچ نکلنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ چھپارا پہنچ کر آپ نے امام خاں رئیس کے مکان پر ڈیرا کیا جو بہت خلیق منکسر المزاج اور دیندار آدمی تھا۔ وہاں سے کشتی پر سوار ہو کر نربدا نامی ندی کے پار جبل پور پہنچے اور جبل پور میں مولوی رحمۃ اللہ صاحب کے ہاں اقامت کی اور چند روز کے بعد بھوپال کی طرف روانہ ہو گئے۔

بھوپال کے حالات

جب آپ بھوپال پہنچے تو معلوم ہوا کہ کوئی مسافر بلا اجازت شہر میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اور منشی عبدالکریم مہتمم قلعہ سے ٹکٹ داخلہ مل سکتا ہے۔ آپ بہت حیران و پریشان ہوئے کہ یہاں نہ کوئی یار و مددگار ہے کہ جس کی وساطت سے اندر جا سکوں اور نہ ہی کسی سے تعارف و ملاقات ہے کہ کہیں ٹھہر سکوں۔ آپ اسی گھبراہٹ اور شش و پنج میں تھے کہ شہر سے باہر ایک سرائے کا پتہ چلا اور وہاں پہنچے۔ اسی خیال میں رات کو جو سوئے تو خواب میں حضرت شیخنا و مولانا محبوب سبحانی پیر پیراں عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ نظر آئے۔ پیر صاحب نے آپ کو اس سراسیمگی میں دیکھ کر اپنے پاس بلایا اور نہایت شفقت سے آپ کے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا۔ کہ چلے جاؤ تم سے کوئی ٹکٹ نہیں مانگے گا۔ چنانچہ آپ صبح ہوتے ہی وہاں سے اٹھے اور سیدھے شہر کی طرف روانہ ہو لیے۔ آپ مسافرانہ شکل و صورت میں شہر کے دروازے سے گزر رہے تھے کہ دربان بیٹھے دیکھ رہے تھے مگر کسی نے آپ کو نہ روکا نہ منع کیا اور نہ ہی کچھ پوچھا۔ آپ شہر میں داخل ہو کر پوچھتے ہوئے حضرت مولانا عبدالجبار صاحب ناگپوری کی مسجد میں پہنچے۔ اس وقت مولانا موصوف ایک جماعت کو جوان کے گرد حلقہ باندھے بیٹھی تھی، ترجمہ قرآن پڑھا رہے تھے۔ اور نہایت فصاحت و بلاغت سے قرآن مجید کے معانی و مطالب کا حل فرما رہے تھے۔ اثنائے ترجمہ نحو کا ایک مسئلہ پیش آ گیا جس پر تمام طلباء

رک گئے۔ آپ بھی پاس بیٹھے تھے فوراً بول اٹھے اور اس مسئلہ کو نہایت خوش اسلوبی سے حل فرما دیا ۔

تا مرد سخن نگفتہ باشد
عیب و ہنرش نہفتہ باشد

(مطلب یہ کہ آدمی جب تک بولتا نہیں اس کے عیب و ہنر کی خبر نہیں ہوتی۔ بولنے اور بات کرنے ہی سے اس کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔)

اب تو سب کی نظریں آپ پر اٹھنے لگیں اور مولانا ممدوح نے بھی آپ کی طرف توجہ مبذول فرمائی اور جب حقیقت حال معلوم ہوئی۔ اور آپ کی علمی حیثیت سے آگاہی پائی تو آپ کو اپنے ہمراہ وزیر ریاست جناب جمال الدین صاحب ملقب بہ مدار المہام کے پاس لے گئے اور پچیس روپیہ ماہوار وظیفہ مقرر کرا دیا۔ اور ایک خدمت گزار بھی آپ کی خدمت پر لگا دیا۔

آپ ہر روز مولانا عبدالجبار صاحب کے درس قرآن میں شامل ہوتے اور مولانا عبدالقیوم داماد مولانا محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی اور مولانا محمد احسن صاحب کے درس حدیث سے بھی مستفید ہوتے۔ چنانچہ کتب حدیث ابوداؤد نسائی اور دارمی وغیرہ آپ نے وہیں پڑھیں۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں اپنی خداداد لیاقت و ذہانت کے باعث استاد کی نظروں میں جچنے لگے اور سب ہمعصروں سے گوئے سبقت لے گئے۔

نواب صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات

اس اثناء میں آپ اس خط کے ذریعے سے جو مولانا عبدالحق نے آپ کو بمبئی سے لکھ کر دیا تھا۔ مولانا سید نواب صدیق حسن خاں صاحب قنوجی ثم الجھوپالی سے بھی ملے۔ نواب صاحب نہایت خندہ پیشانی اور حسن سلوک سے پیش آئے اور دیر تک

آپ سے باتیں کرتے رہے۔ یہ وہی زمانہ تھا جب کہ نواب صاحب کا شاہجہان بیگم صاحبہ والیٔ ریاست بھوپال سے نکاح ہوا تھا۔ نواب صاحب چونکہ اس ریاست کے ایک پرانے ملازم اور اپنا کام نہایت ہوشیاری و پاسداری' امانت و دیانت اور خیر سگالی سے بجا لانے کے علاوہ ایک باعلم' ذی فہم' دیندار اور بڑے مدبر تھے' اس لیے بیگم موصوفہ نے کرنیل طامس پولیٹیکل ایجنٹ اور جنرل میڈ کے مشورہ سے لارڈ میو گورنر جنرل ہند سے اجازت حاصل کرنے کے بعد نواب صاحب پر اعتماد کلی کر کے ریاست کے کام میں مدد لینے کے لیے آپ سے نکاح پڑھا لیا۔ اور یہ واقعہ آپ کے اعداء و حساد پر نہایت شاق اور اخوان و ارکان ریاست پر نہایت گراں اور ناگوار گزرا۔ جس کی وجہ سے آپ پر طرح طرح کی تہمتیں تراشی گئیں اور لوگوں کو آپ سے بدظن کرنے کے لیے قسم قسم کی کوششیں کی گئیں۔

نواب صاحب فطرۃً نہایت حلیم و سلیم اور رحیم و کریم واقع ہوئے تھے۔ اگر آپ کا کوئی دشمن بھی سامنے آ جاتا تو اس سے بھی باخلاق حسنہ ولینت کلام پیش آتے اور ہر حال میں امانت و دیانت اور عفاف و صدق کو اپنا شعار بنائے رکھتے۔ آپ رذائل و خصائل ذمیمہ کو سخت مکروہ اور صفات حمیدہ کو بہت محبوب جانتے تھے۔ غرضیکہ آپ ہر طرح سے متحلی بجمیع فضائل و متخلی عن الرذائل [1] واقع ہوئے تھے۔ آپ نے عربی فارسی اور اردو میں بے شمار کتابیں تصنیف و تالیف فرمائیں اور علوم دینیہ کی ترقی و اشاعت کے لیے زر کثیر صرف کر کے مفت تقسیم فرمائیں۔ آپ کی غالب تالیفات نقول آثار سلف اور تراجم مؤلفات علماء راسخین ہیں۔ جو ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ یا نقل ہو کر آئے ہیں اور آپ نے ان سب میں موافقت کتاب و سنت کو ملحوظ رکھ کر قول راجح اور مذہب قوی کو بیان فرمایا ہے۔

---

(۱) یعنی جملہ فضائل و کمالات سے آراستہ اور ہر قسم کی کمینہ اور گھٹیا عادات سے مبرا۔ (فاروقی)

آپ سارے صحابہ و اہل بیت اور تابعین و ائمہ مجتہدین اور جماعت محدثین و زمرہ متبعین اور فقہاء متقین وصوفیہ صالحین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے حق میں نہایت خوش اعتقاد تھے اور ان سب کو واجب الاحترام بزرگ اور قابل عزت ریفارمر سمجھتے تھے۔ مگر دشمنوں نے آپ کے حق میں طرح طرح کی موشگافیاں کیں اور آپ کی خرابی و بدنامی کے لیے قسم قسم کے الزام لگائے۔ مگر جس کا وہ مالک الملک خود حافظ و نگہبان ہو اور جس کو وہ سرفراز کرنا اور عزت دینا چاہتا ہو اسے کون ذلیل کر سکتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ ط اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ ''یعنی اے مالک! تو جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے۔ تو ذرے ذرے پر اختیار رکھتا ہے۔'' غرضیکہ نواب صاحب موصوف اپنے زمانہ میں ایک عفیف، پارسا، متقی اور ایک جید عالم و علم دوست بزرگ تھے۔ حافظ صاحب ان سے کئی بار ملے اور ایک سال کی اقامت کے بعد ان سے اجازت لے کر دہلی کی طرف چلے۔

دہلی کے حالات

بھوپال سے چل کر پہلے آپ کانپور پہنچے اور وہاں مولوی بشیر الدین صاحب سے جو بڑے لائق و فائق اور صالح و متقی بزرگ تھے ملاقات ہوئی۔ اثنائے گفتگو انہوں نے حضرت العلام سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی کی بہت تعریف کی۔ آپ کا نام تو آپ نے پہلے ہی سے سنا ہوا تھا اور اسی ارادہ کو لئے ہوئے بھوپال سے نکلے تھے۔ مگر مولوی صاحب موصوف کی گفتگو نے آپ کے سمند شوق پر تازیانہ کا کام کیا۔ اسی وقت آپ نے مولوی بشیر الدین صاحب سے ایک سفارشی خط لکھوا لیا اور اسے لے کر حضرت شیخ الکل کی خدمت میں دہلی پہنچے۔ میاں صاحب نے وہ خط دیکھ کر آپ کو اپنے حلقہ میں لے لیا اور بہت شفقت سے پڑھانے لگے۔ چنانچہ آپ

ایک سال اور چند ماہ تک دہلی رہے۔ اور سارا صحاح ستہ وہاں ختم کیا۔ اس زمانہ میں میاں صاحب کا درس بڑا پُر رونق تھا۔ دور دور کے علاقہ جات مثلاً پشاور' کابل' قندھار' تبت کوچین' بخارا' سمرقند' راجپوتانہ اور بنگال وغیرہ کے طلباء موجود تھے۔ اسی زمانہ میں مولوی محمد قاسم صاحب دیوبندی' مولوی احمد علی صاحب سہارنپوری' شیخ محمد صاحب تھانوی اور مولوی عبدالحیؒ صاحب لکھنوی وغیرہم سے ملاقات ہوئی۔ اکثر مسائل اختلافیہ میں ان سے گفتگو بھی ہوتی رہتی تھی۔ لیکن جب کسی مسئلہ پر بات چھڑتی تو آپ کے دلائل و براہین سے وہ اکثر ساکت رہ جاتے تھے۔ میاں صاحب ویسے تو سب طلباء سے محبت و پیار کرتے تھے لیکن آپ سے کچھ خاص ہی انس تھا۔ آپ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں بیت الخلاء کی جانب جا رہا تھا' اور راستہ میں ایک بیل بیٹھا ہوا تھا' میں نابینا آدمی مجھے کیا معلوم۔ قریب تھا کہ اس پر گرتا اور وہ مجھے اپنے سینگوں پر اٹھا کر دے پٹختا کہ اس اثناء میں کسی نے میرا ہاتھ چپکے سے پکڑا اور دور ایک طرف لے جا کر مجھے بٹھا دیا اور کلوخ بھی لا کر دے دیے۔ جب میں حوائج ضروری سے فارغ ہو کر چلا تو پھر مجھے وہاں سے نکال کر نہایت رفق و نرمی کے ساتھ راستہ پر لا کر چھوڑ دیا۔ ایک شخص نے مجھ سے پوچھا تم جانتے ہو آج کون آدمی تمہارا قائد بنا؟ اور بیل کے سینگ سے کس نے تمہاری جان بچائی؟ میں نے کہا۔ میں نابینا آدمی ہوں' مجھے کیا معلوم؟ تب اس نے کہا کہ وہ خود حضرت شیخ الکل تھے۔

ایسے ہی ایک موقعہ پر میرا جوتا مسجد کے پھاٹک سے باہر پڑا رہ گیا۔ آپ نے جو دیکھا تو خود اٹھا کر لائے اور مجھے دے دیا۔ اللہ اللہ کیا سچ ہے ؎

فروتنی ست دلیل رسید گان کمال

کہ چون سوار بہ منزل رسد پیادہ شود

(مطلب یہ کہ انکساری و فروتنی درجہ کمال پر پہنچنے کی دلیل ہوتی ہے' آدمی جب

منزل پر پہنچ جاتا ہے تو پیدل چلنے لگتا ہے۔)

آپ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت میاں صاحب نہایت ہی منکسر المزاج، سادہ طبیعت اور متواضع تھے۔ طلباء کے لیے شطرنجی کا فرش ہوتا مگر خود ہمیشہ چٹائی یا ٹاٹ پر بیٹھا کرتے۔

ایک بار آپ کے ایک جانثار معتقد نے عرض کیا کہ یا حضرت اب آپ بہت ضعیف ہو گئے ہیں۔ ٹاٹ پر بیٹھنے سے تکلیف ہوتی ہے میں ایک روئی دار گدہ بنا دیتا ہوں۔ اس پر بیٹھ کر پڑھایا کیجئے۔ فرمانے لگے۔ ع

پرانی قبر پر کیا گچ کرو گے؟

غرضیکہ گدیلہ نہ بنوایا اور آخر دم تک اسی ٹاٹ پر بیٹھنا منظور کیا۔ آہ! کیا صحیح عمل ہے اس حدیث پر۔ كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ۔ ''یعنی دنیا دل لگانے کی جگہ نہیں اس میں اجنبی یا مسافر کی طرح زندگی بسر کرو'' تقریباً اسی ۸۰ برس تک آپ دہلی میں رہے لیکن باوجود وسعت اور طاقت کے اپنی اور اہل و عیال کی سکونت کے لیے مکان بھی تعمیر نہ کرایا۔

ایک مرتبہ نواب سکندر بیگم مرحومہ والیہ ریاست بھوپال اپنے مدار المہام منشی جمال الدین مرحوم کی ہمراہی میں دہلی میں آئیں۔ اور حضرت شیخ الکل سے عہدہ قضائے ریاست کے قبول کرنے کی استدعا کی مگر آپ نے اس سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں تو وہاں کا قاضی القضاۃ اور حاکم بنا بیٹھا رہوں گا، یہ چٹائی پر بیٹھنے والے غریب طلباء مجھے کہاں ڈھونڈتے پھریں گے۔ یہ معنی ہیں اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مِسْكِيْنًا وَ اَمِتْنِيْ مِسْكِيْنًا وَّاحْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ ہے۔

غرضیکہ آپ کو ہر دم و ہر ساعت طلباء کی خاطر و تواضع اور پاسداری کا دھیان رہتا۔ اگر کوئی بیمار ہو جاتا تو جا کر تیمارداری کرتے۔ کئی مرتبہ خود بازار سے دوا لاتے

اور کھلاتے۔ اگر کوئی طالبعلم کسی سے ناراض ہو جاتا تو اسے مناتے اور خود معافی طلب کرتے۔ اگر دوران سبق کتابوں کے اٹھالانے کی حاجت ہوتی تو خود جا کر اٹھالاتے' چاہے کئی بار کیوں نہ آنا جانا پڑے۔ کسی طالب علم کو نہ کہتے کہ فلاں کتاب اٹھالاؤ۔

آہ! کوئی کیا جانے کہ حضرت محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کیا تھے؟ آج دنیا میں ہمیں ان کی سی خوش اخلاقی' خوش طبعی' بے غرضی' مہمان نوازی' امانتداری' دنیا سے بے تعلقی' تہجد گزاری' راست بازی' حق گوئی' آزادمنشی' بے تعصبی' جفاکشی' مستقل مزاجی و زندہ دلی کہیں نظر نہیں آتی۔ وہ ظاہر و باطن کا یکساں انسان' ایک مجتہد وقت اور خدا رسیدہ بزرگ تھا جو اپنی نظیر آپ تھا۔ وہ ایک صوفی منش اور سچا درویش انسان تھا جو ہمہ صفت موصوف تھا۔ وہ ایک چشمۂ فیض تھا' جو ہندوستان کو سیراب کر گیا۔ وہ ایک جام جانان کا ساقی تھا جو تشنگان حدیث کی پیاس بجھا گیا۔ وہ سنت نبوی کا ایک دلدادہ تھا جو اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جیا اور اتباع رسول ﷺ میں عالم بقا کو سدھار گیا۔ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَ اَرْضَاهُ وَ جَعَلَ جَنَّةَ الْفِرْدَوْسِ مَنْزِلَهُ وَ مَاوَاهُ۔ آمین۔

ایک روز صحیح بخاری کے سبق میں وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث جو آئی تو آپ کو ایسا جوش گریہ ہوا کہ سبق موقوف ہو گیا اور یہ کیفیت دیکھ کر حاضرین تلامذہ بھی کچھ ایسے متاثر ہوئے کہ ایسی نوبت ان تلامذہ کو نہ اس سے پہلے کبھی پیش آئی تھی اور نہ پھر دہلی چھوڑنے کے بعد وہ سماں آنکھوں نے کبھی دیکھا ہوگا۔ آپ فرماتے تھے کہ ایک بار میں کسی وجہ سے حضرت سے کچھ کبیدہ ہو گیا اور مدرسہ کے ایک کونہ میں جا کر لیٹ رہا۔ جب استاد صاحب کو پتہ چلا کہ حافظ جی ناراض ہو گئے ہیں تو خود بنفس نفیس میرے پاس آئے اور مجھے منایا اور میرا سبق صحیح بخاری کا خود پڑھ کر سنایا اور کتاب میرے سینہ پر پیار سے ماری اور فرمایا کہ اسے پڑھو اللہ برکت دے گا۔ حافظ صاحب فرماتے تھے کہ اس دن سے اللہ تعالیٰ کا مجھ پر ایسا احسان ہوا کہ سبق کا کبھی

ایک حرف بھی نہ بھولا اور جو کچھ پڑھتا نوک زبان ہو جاتا۔ ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ. غرضیکہ ایسے کئی واقعات ہیں جو حافظ صاحب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں اور وہ بالتفصیل حضرت شیخ الکل مرحوم کی سوانح عمری ''الحیٰوۃ بعد المماۃ'' میں مرقوم ہیں۔

بالآخر حافظ صاحب ۱۲۹۱ھ میں شیخ الکل حضرت مولانا سید نذیر حسین صاحب محدّث دہلوی سے تفسیر جلالین، ہدایہ اور کامل صحاح کی سند اور مولانا عبدالحق تلمیذ امام شوکانی رحمہ اللہ سے درس حدیث کی اجازت لے کر اپنے وطن مالوف پنجاب کی طرف چل نکلے۔

پنجاب کے حالات

آپ دہلی سے چل کر پہلے انبالہ پہنچے۔ انبالہ میں عبدالرحیم خان صاحب وکیل نابھہ سے کچھ تعارف تھا ان کے مکان پر فروکش ہوئے۔ وکیل صاحب کو آپ سے دلی محبت تھی تین ماہ تک اپنے ہاں مقیم رکھا۔ اور حدیث شریف کا کچھ درس بھی ہوتا رہا۔ زاں بعد آپ کو اپنے وطن کا خیال آیا اور بقول شخصے حب الوطن من الایمان ؎

حب وطن ہے جس میں اس میں ہے بوئے ایماں

آپ اپنے مولد موضع کرولی میں پہنچے۔ والدین تو انتقال کر ہی چکے تھے۔ خویش واقارب اور اخوان واحباب سے جی کھول کر ملے۔ ان کے لیے بھی آپ کا اتنی مدت بعد ملنا اور خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ آپ دولت علم سے مالا مال ہو کر آئے تھے، باعث ہزار فرحت و ہزار افتخار تھا۔ گردونواح میں بھی آپ کا شہرہ ہو گیا۔ روز مجلسیں ہوتیں لوگ جمع ہوتے اور آپ شرک و بدعت اور رسومات کی خوب تردید فرماتے۔ پیشہ ور ملاؤں اور مقلد مولویوں کو آپ کے مواعظ سے بہت نقصان پہنچنے لگا اور آپ کا آنا ان کے لیے سوہان روح ہو گیا۔ مولوی گل احمد سکنہ للہ اور مولوی غلام نبی سکنہ جلہ

اور مولوی غلام حسین چکوالی وغیرہم سے وقتاً فوقتاً بحث و مباحثہ بھی ہوا اور کئی مسائل میں ان کو آپ کا قائل ہو جانا پڑا۔ تھوڑی مدت کے بعد آپ لاہور چلے آئے اور وہاں سے ایک دوست کی فہمائش پر لدھیانہ پہنچے۔ وہاں کچھ دن درس و تدریس کا سلسلہ جاری ہوا۔ مگر وہاں دل نہ لگنے کی وجہ سے آپ کو پھر لاہور آ جانا پڑا۔ یہاں مسجد چینیاں نوالی میں (جہاں آج کل حضرت مولانا عبدالواحد صاحب بارک اللہ فی عمرہ جو حضرت مولانا سید عبداللہ الغزنوی کی ایک نشانی رہ گئے ہیں اور سارے پنجاب میں زہد و اتقا اور پارسائی اور پرہیز گاری میں صرف ایک ہی ہیں امام ہیں [۱]) اقامت فرمائی اور تقریباً ایک سال تک درس قرآن و حدیث کا سلسلہ جاری رکھا اور عارف باللہ حضرت مولانا عبداللہ الغزنوی کی محبت اور دل میں تصوف کی چاشنی لگ جانے کے سبب امرتسر جانے اور ان کی صحبت سے فیض اٹھانے کو مقدم وضروری سمجھا۔

مولانا سید عبداللہ الغزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات

امرتسر پہنچ کر حضرت مولانا سید عبداللہ بن محمد بن محمد شریف عمرزیؔ الغزنوی کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور اس وقت آپ علم تصوف میں سارے پنجاب بلکہ ہندوستان میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔ اور جو علوم شرعیہ میں ماہر کامل اور اپنی زیرکی فہم کی تیزی فکر کی سلامتی میں یکتائے زمان تھے۔ جو توحید اور سنت کے سچے عاشق کلمۂ حق کو بلند کرنے والے اور اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان قربان کر دینے والے تھے۔ جو ماسوی اللہ کو چھوڑ کر مالک حقیقی سے لو لگائے بیٹھے تھے اور ہر دم اللہ کی یاد میں مستغرق اور اسی کے ذکر میں منہمک رہتے تھے۔ جو اخلاص اور تجرید کے شاہسوار تھے۔ جو زاہدوں کے نشان عابدوں میں یگانہ ومنفرد اور امام ومقتدائے زمانہ تھے۔ اللہ اللہ! وہ کیا زمانہ تھا کہ چاروں طرف سے لوگ کھچے چلے آتے تھے اور علوم باطنی وفیض روحانی

---

(۱) یہ آج سے ۸۰ سال پہلی کی بات ہے۔

سے مالا مال اور آپ کی صحبت سے فیضیاب ہوکر واپس جاتے تھے۔ حضرت مولانا ممدوح اخلاق حمیدہ یعنی تواضع، توکل، قصر امل، قناعت، صبر، رضا، زہد اور تقویٰ میں تو یکتائے زمانہ تھے اور علم سلوک کے گویا آفتاب تھے۔ یہ آفتاب خراسان کی چوٹیوں پر چمکا کہ سارے ہندوستان کو ضیاء پاش کر گیا۔

حضرت مولانا حافظ عبدالمنان صاحب قریباً دو برس تک حضرت مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے اور علم حدیث کے نکات اور تصوف کے اسرار سے فیض پاتے رہے۔ اسی اثناء میں آپ نے کئی ایک خواب دیکھے۔

ایک بار حضور رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو دیکھا۔ آپ کی ایک طرف حضرت ابوبکر صدیقؓ اور دوسری جانب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف رکھتے تھے۔ سامنے شیخ الکل حضرت سید نذیر حسین محدث دہلوی اور شیخ تصوف و سلوک حضرت مولانا عبداللہ غزنوی اور ان دونوں کے درمیان آپ بیٹھے ہوئے ہیں اور فخر العالم والموجودات درمیان میں کالْبَدْرِ فِی النُّجُوْمِ[1] جلوہ فرما ہیں اور اہل مجلس کو برکات حدیث سے آگاہ اور انوار و نکات حدیث سے مالا مال کر رہے ہیں۔

غرضیکہ حضرت مولانا غزنوی کی مقدس صحبت کے اثر سے آپ کے باطنی پردے کھل گئے اور آپ نے ان سے بہت کچھ علمی فیض پایا۔

مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ سے ملاقات

اثنائے قیام امرتسر ہی میں مولانا عبداللہ صاحب المعروف بہ مولانا غلام رسول صاحب سکنہ قلعہ میہاں سنگھ سے بھی آپ کی ملاقات ہوگئی۔ جو حضرت مولانا عبداللہ الغزنوی کے مرید خاص اور بڑے صاحب مرتبہ تھے۔ اور ان کے جاں نثار اور پروانہ

(۱) جس طرح ستاروں کے جھرمٹ چودھویں کا چاند پوری تابانیوں کے ساتھ ضو ریز ہو۔ (ﷺ) (فاروقی)

وار عاشق تھے۔ اور جنہوں نے ایک بار آپ کی جدائی و مفارقت پر ایک درد بھری نظم لکھی تھی جس کے یہ چند اشعار ان کی محبت درونی و اخلاص قلبی کا پتہ دیتے ہیں ؎

صبا از من سحر گاہے گزر کن ازیں موسم بجانانم خبر کن
کہ بازاے باغبان ہیں سوے گلزار کہ بے تو لالہ داغ گل شدہ خار
بیاد بیداں را باش ہو لدار زہجرت بلبلاں را نالہ زار
اگر دانستمے ایام دوری کہ گرد و سنگ ترا بہ صبوری
جدائی را نے کردن گوارا ترحم کن بحال من خدا را

حضرت مولانا غلام رسول صاحب بھی اپنے وقت میں ایک بہترین واعظ تھے۔ ان دنوں اگر کسی کا وعظ مشہور تھا تو وہ آپ ہی تھے۔ آپ کی آواز بلند' تقریر نہایت مؤثر اور دردانگیز و رقت آمیز ہوتی تھی۔ مشہور ہے کہ کئی ایک ہندو بھی آپ کی تاثیر زبان سے متاثر ہو کر کلمہ پکار اٹھے۔ آپ کا وعظ قرآن و حدیث کے عین مطابق ہوا کرتا تھا۔ اور اکثر طور پر آپ آیہ کریمہ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ اللَّیْلِ وَ قُرْآنَ الْفَجْرِط اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا کا بیان فرمایا کرتے تھے۔ جس میں نماز پنجگانہ کی پابندی' اور اوقات صلوٰۃ کو نہایت وضاحت و تصریح سے بیان کیا کرتے تھے۔ لوگ نماز ظہر کو دیر سے پڑھنے کے عادی ہو گئے تھے آپ اول وقت پر بہت زور دیا کرتے تھے اور تمام احادیث پیش نظر رکھ کر افضل وقت پر نماز ادا کرنے کی تاکید فرماتے تھے۔ دنیا سے بے رغبتی آپ کو بھی بدرجہ کمال ہو چکی تھی۔ آپ کا وعظ عبادت و زہد کے علاوہ حمایت توحید و سنت اور تردید شرک و بدعت کے بیان پر مشتمل ہوتا تھا۔ چنانچہ آپ کی ایک نظم ہے:

دلا غافل نہ ہو یکدم یہ دنیا چھوڑ جانا ہے
بغیچے چھوڑ کر خالی زمیں اندر سمانا ہے

فرشتہ روز کرتا ہے منادی چار کونوں پر
محلاں اچیاں والے ترا گور یں ٹھکانہ ہے

بارہ شعر کی یہ نظم اب تک پنجاب میں زبان زد خاص و عام ہے۔ جس میں زہد اور فکر آخرت کا بطور خاص ذکر ہے۔

شیخ الحدیث مولانا حافظ عبدالمنان صاحب حضرت مولانا غلام رسول صاحب سے کئی بار ملے اور ان سے بھی خاص انس ہو گیا تھا۔ حضرت مولانا غلام رسول مرحوم کے انتقال کے بعد آپ نے ایک خواب دیکھا کہ مولانا صاحب کو سخت پیاس لگی ہوئی ہے اور وہ دونوں ہاتھ پھیلائے مجھ سے پانی طلب کرتے ہیں۔ میرے آگے ایک چشمہ نہر بہہ رہا ہے میں نے اس سے لے کر ایک پیالہ پیش کیا جسے آپ نے نوش جان فرمایا۔ لیکن پیاس نہیں بجھی۔ میں اور دینا چاہتا تھا کہ جاگ اٹھا۔ اور اس خواب کی تعبیر میں بہت متردد و فکر مند ہوا۔ لیکن بعد میں خود بخود تعبیر ظاہر ہو گئی کہ آپ کے دونوں صاحب زادوں مولوی عبدالقادر و عبدالعزیز صاحبان نے مجھ سے علم حدیث کی تحصیل کی۔

وزیر آباد کے حالات

اثنائے قیام امرتسر ہی میں چوہدری محکم دین صاحب سکنہ بمبانوالہ ضلع سیالکوٹ سے جو حضرت مولانا عبداللہ غزنوی کی زیارت کو آئے ہوئے تھے' ملاقات ہوگئی۔ اور وہ اپنے علاقے میں اشاعت دین کے لیے حضرت مولانا حافظ عبدالمنان کو اپنے ساتھ بمبانوالہ میں لے گئے۔ چند ماہ تک آپ کا وہاں قیام رہا۔ اور چوہدری صاحب موصوف نے اپنی (بیوہ) ہمشیرہ سے (جن کا ایک خورد سال بچہ مولوی عبدالقادر[1] بھی ساتھ تھا) آپ کا نکاح کر دیا۔

---

(۱) مولوی عبدالقادر صاحب کی تمام تعلیم اور تربیت حافظ صاحب کے ہاں ہی ہوئی۔ مولوی =

بعدۂ آپ قصبہ نظام آباد میں چند دن تک ٹھہرے اور وہاں سے شیخ غلام نبی مرحوم ٹھیکیدار کے بلانے پر وزیر آباد تشریف لے آئے اور محلہ شیخاں کی ایک مسجد میں درس شروع کیا۔ اس وقت آپ کی عمر کوئی ۲۴ برس تھی۔

ان دنوں وزیر آباد شرک و بدعت' جہالت اور تقلید و جمود کا مرکز تھا۔ تعصب حد سے بڑھا ہوا تھا۔ اور سروں میں اپنی طاقت کا گھمنڈ سمایا ہوا تھا۔ بیہودہ خیالوں اور پرانے جھگڑوں نے ان کے دماغ اس قابل نہ چھوڑے تھے کہ وہ کسی کی بات سنتے' سمجھتے اور ٹھنڈے دل سے اس پر غور کرتے۔

کیا یہ ممکن ہے کہ اندھیری کوٹھڑیوں میں زندگی بسر کرنے والے قعر مذلت کے ساکن' ایک نورانی شمع کو دیکھیں اور ان کی آنکھیں چندھیا نہ جائیں؟ وہ اس کو پھونکیں مارنے اور بجھانے میں جتنی بھی کوشش کریں تھوڑی ہے۔

کیا بیت اللہ کے تین سو ساٹھ خداؤں پوجنے والوں نے آسانی سے ایک اللہ کو مان لیا تھا؟ کیا اس داعی الی اللہ اور مرسل برحق کو دشمنان عقل نے کچھ کم ایذائیں پہنچائی تھیں؟ بھلا اب یہ کس طرح ممکن تھا کہ حافظ صاحب سارے شہر کے برعکس تقلید کو چھوڑ کر عمل بالحدیث کرتے اور دشمن کی ایذاؤں سے محفوظ رہتے؟ لوگ اپنے طرز عمل کے خلاف آمین کی صدائیں سنیں اور خاموش رہیں؟ رفع یدین ہوتی دیکھیں اور ان کے جذبات نہ بھڑکیں؟ یہ ممکن نہ تھا۔

مختصر یہ کہ چند ہی دنوں میں سارے شہر میں ایک کہرام مچ گیا۔ آپ پر پتھر پھینکے گئے۔ "وہابی وہابی" کہا گیا۔ کنوؤں سے پانی بند کر دیا گیا۔ اور وزیر آباد کے

= صاحب موصوف بھی اپنی خداداد ذکاوت اور ذہانت سے بہت جلد زیور علم سے آراستہ ہو کر خدمت قوم میں مشغول ہو گئے۔ اور فی زمانہ حافظ صاحب مرحوم کے (دوسرے صاحبزادوں سے) اگر کوئی علمی وارث ہو سکتے ہیں تو وہ آپ ہی ہیں۔ آپ آج کل معہ اہل وعیال جموں میں مقیم ہیں۔ عمر غالباً پچاس کے قریب ہو گی (یہ پرانی بات ہے عرصہ ہوا آپ انتقال کر چکے ہیں۔ (فاروقی)

ملانوں نے حتی الوسع آپ کو دکھ دینے سے دریغ نہ کیا۔ مگر قربان جایئے آپ کے استقلال و استقامت پر' آپ کی اولوالعزمی اور مستقل مزاجی پر' آپ کی اس شجاعت اور دلیری پر' جو اس امتحان کے وقت آپ نے وزیر آبادیوں کو دکھلائی۔ عزم و استقامت کا بہترین نمونہ بن کر آئندہ آنے والی نسلوں اور موجودہ مسلمانوں کو بتا دیا کہ اسی طرح رسول عربی فداہ ابی و امی سے دشمنان دین نے سلوک کیا۔ اسی طرح اماماں دین اور علمائے امت پر مخالفوں نے سختیاں ڈھائیں۔ اور اسی طرح نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے انہوں نے مصائب و تکالیف جھیلیں اور اپنے اخلاق فاضلہ و حسن سلوک سے ان پر فتح پائی اور کلمہ حق بلند کیا۔

جفا کشیم و صعوبت چشم خوش باشیم
کہ در طریقت ما کافریست رنجیدن

الغرض حضرت حافظ صاحب نے اپنی خوش باشی' مستقل مزاجی اور نرمی کے حربہ سے مخالفین کے قلوب پر فتح پائی اور ایسی فتح پائی کہ تھوڑے ہی دنوں میں وہی مخالف لوگ جو آپ کو مسجدوں سے نکالتے تھے اور طرح طرح کی ایذاؤں کے درپے تھے' اب ہاتھوں پر اٹھانے اور آنکھوں پر بٹھانے لگے اور آپ کے وجود باجود کو مایۂ ناز و باعث افتخار سمجھنے لگے۔

سیالکوٹی دروازہ کے قریب پرانی سرائے کی متصل آپ کو وسیع مسجد بنا کر دی گئی جس میں آپ نے ایک مدرسہ بھی جاری کر دیا اور اس کا نام ''مدرسہ دارالحدیث'' تجویز ہوا۔

مدرسہ کے حالات

یہ مسجد جس میں مدرسہ شروع کیا گیا تھا ۱۲۹۵ھ میں شیخ غلام نبی ٹھیکیدار اور پیر میر حیدر صاحب خانپوری (جو ان دنوں وزیر آباد رہتے اور حضرت مولانا سید عبداللہ

غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے علوم باطنی میں رشتہ تلمذ رکھتے تھے اور نہایت خلیق' ملنسار' خوش اخلاق' فرشتہ سیرت انسان تھے) کی کوششوں اور ہمتوں سے تعمیر ہوئی تھی۔ حضرت حافظ عبدالمنان صاحب بھی اسی سال کی ابتداء میں وزیر آباد رونق افروز ہوئے اور مدرسہ تیار ہو جانے پر ہمہ تن اس کی ترقی و اشاعت میں مشغول ہو گئے۔ جب درس شروع ہو گیا اور ملک میں بھی اس کی شہرت ہوگئی تو لوگ دور دور سے آ کر فیض پانے لگے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ابتدائی ایام میں جب لوگ مجھے ستایا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے چند افغانی طلباء کو میرے پاس بھیج دیا۔ جن کے رعب سے اعداء کا لوہا سرد ہو گیا مخالفت کم ہوگئی' دشمنی ماند پڑ گئی' اور مدرسہ کی رونق میں چار چاند لگ گئے۔ اور پھر تو پنجاب اور ہند کے علاوہ بلخ' بخارا' نجد' یمن' دمشق اور شام میں بھی آپ کی شہرت ہو گئی۔ لوگ وہاں سے بھی آپ کو فن حدیث کا ایک کامل اور مسلّم استاد جان کر آتے اور سند لے کر واپس جاتے —— آپ بھی اپنے استاد یعنی حضرت شیخ الکل کی طرح طلباء کے ساتھ نہایت شفقت اور محبت سے پیش آتے۔ کبھی سبق میں ناغہ نہ کرتے۔ صبح سے شام تک محض پڑھانے سے کام تھا۔ اور اخیر عمر تک یہی معمول رہا۔ دیگر علوم عقلیہ و نقلیہ کے سبق بھی ہوتے تھے مگر بہت کم' اکثر فارغ التحصیل طلباء محض حدیث کے لیے ہی آیا کرتے تھے اور آپ کو بھی اللہ تعالیٰ نے فن حدیث میں وہ ملکہ' مہارت اور بلند ذوق عطا فرما رکھا تھا کہ اطراف و اکناف ملک میں شاید ہی کوئی آپ کا نظیر و مثیل پیدا ہوا ہو۔

مکرمی مولوی عبداللہ صاحب فیروز پوری کا بیان ہے کہ میاں صاحب مرحوم کی وفات پر میں دہلی گیا' تو حضرت مولانا تلطف حسین صاحب مرحوم دہلوی سے میں نے مشورہ لیا کہ اب حدیث کس سے پڑھنی چاہیے۔ صاحب ممدوح نے نہایت غور و تفکر کے بعد فرمایا کہ میری نظر میں اب دو ہی شخص ہیں جن سے حدیث پڑھی جا سکتی

ہے۔ ایک مولانا حافظ عبداللہ صاحب غازی پوری[1] اور دوسرے مولانا حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی۔

فرمایا کہ زاں بعد میں وزیر آباد آیا اور حافظ صاحب سے حدیث پڑھ کر ویسا ہی پایا جیسا کہ سنا تھا۔ واقعی آپ علم حدیث کے شناور تھے۔

نہ معلوم کہ حق تعالیٰ نے مرحوم کے پڑھانے میں کون سی برکت اور زبان میں کیا تاثیر ودیعت فرما رکھی تھی کہ جو پڑھتا عمر بھر یاد رکھتا اور آپ کا مداح و ثنا خواں ہو جاتا۔

حضرت استاذی مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب فاضل سیالکوٹی بارک اللہ فی عمرہٖ (جو اس وقت جماعت اہلحدیث میں ایک درخشندہ ہستی اور ممتاز رکن اور جو حافظ صاحب مرحوم کے خاص الخاص تلامذہ میں شمار کیے جاتے ہیں[2]) کی مجلس میں جب کبھی حافظ صاحب کا ذکر آتا تو آنکھوں سے محبت کے آنسو نکل آتے اور فرماتے۔ آہ! تم کیا جانو کہ حافظ صاحب کیا تھے۔ دیدۂ دل تو ان کی قدر معلوم ہوسکتی ہے۔ ان کی طرز تعلیم، ان کے پڑھانے کا طریقہ اور سلیقہ کچھ وہی لوگ جانتے ہیں جو آپ سے پڑھ چکے ہیں۔

حضرت مولانا ممدوح کا بیان ہے کہ مجھے سارے صحاح سے صرف سترہ (۱۷)

---

(۱) حضرت مولانا عبداللہ غازی پوری جو فخر علمائے ہند استاذ الاساتذہ شیخ الکل حضرت مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی کی ایک شانی بقیۃ السلف حجۃ الخلف اور آیۃ من آیات اللہ تھے۔ جو علوم وفنون کے ماہر کامل ہی نہیں بلکہ بحر العلوم تھے۔ حافظ صاحب محدث وزیر آبادی سے دو سال چند یوم بعد ۲۶ نومبر ۱۹۱۸ء بمطابق ۲۱ صفر ۱۳۳۷ھ کو ہم سے جدا ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم جامع منقول ومعقول ہونے کے علاوہ نہایت منکسر المزاج کم گو کم خوراک حلیم متین امین عابد زاہد اور بڑے جفاکش تھے۔ آپ کا کچھ ذکر آگے حافظ صاحب کے معاصرین کے باب میں آرہا ہے۔ (فاروقی)

(۲) مگر اب حضرت مولانا سیالکوٹی بھی ہم میں موجود نہیں ہیں۔ آپ پر تعارفی نوٹ آگے "آپ کے تلامذہ" کے تحت آرہا ہے۔ (فاروقی)

سبق پڑھائے۔[1] اور فرمایا کہ جو کچھ تجھے دینا تھا دے دیا۔ اب تم خود محنت کرو اور ان کتابوں پر عبور حاصل کرلو۔

اللہ اللہ! کیا شان ایزدی ہے اس کو ظاہری کتابی تعلیم کہا جائے یا باطنی؟ اسے جسمانی اور دماغی محنت پر محمول سمجھا جائے یا روحانی تعلق سے تعبیر کیا جائے بہرحال یہ عطیہ خداوندی ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرمادیتا ہے۔ ۔ و ذالک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشآء ط

نصاب درس

حضرت استاد پنجاب محدث وزیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے ''دارالحدیث'' میں یہ تدریسی نصاب مقرر تھا:

سب سے قبل صرف ونحو' ترجمہ قرآن مجید اور بلوغ المرام پڑھائی جاتی تھی۔ پھر مشکوٰۃ المصابیح اور پھر کتب صحاح کی تدریس ہوتی تھی۔

کتب صحاح ستہ کی ترتیب یہ تھی (۱) سنن ابن ماجہ' (۲) سنن ابی داؤد' (۳) سنن نسائی' (۴) جامع ترمذی' (۵) صحیح مسلم اور (۶) صحیح بخاری۔

آپ کے تلامذہ

حافظ صاحبؒ نے اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ (چالیس سال سے زائد عرصہ محض درس وتدریس اور خدمت حدیث میں صرف کیا اور اس عرصہ میں سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں آدمی آپ سے مستفیض ہوئے۔ اور اقطاع واکناف ملک میں پھیل کر آپ کے نام کو روشن کرنے اور دین محمدی کو فروغ دینے میں مشغول ہوگئے۔ آپ نے اپنی عمر میں کئی بار (ستر یا بہتر مرتبہ کا ثبوت ملتا ہے) کامل صحاح ستہ کا دور ختم کرایا اور ہر

(۱) یہ آپ میں رسوخ فی العلم اور ذہانت وحذاقت کو دیکھ کر کہا۔ ہر کوئی ایسا نہیں ہوتا' کوئی کوئی ایسا ہوتا ہے۔ (فاروقی)

دور میں ایک خاصی جماعت شریک ہوا کرتی۔

جناب مولوی ابو البشیر محمد نذیر صاحب سلمہ سکنہ بمبانوالہ کا بیان ہے کہ جن دنوں ہم حافظ صاحب مرحوم سے بخاری شریف پڑھا کرتے تھے تو ختم بخاری پر جناب ممدوح نے ہم سے مخاطب ہو کر یَا اَصْحَابَ الْحَلْقَه آج میں ۱۰۰ دفعہ بخاری شریف پڑھا چکا ہوں۔ یعنی ۷۲/۷۰ مرتبہ پورا صحاح ستہ پڑھایا اور الگ بخاری شریف ۱۰۰ مرتبہ پڑھائی۔ صرف بخاری پڑھنے والے الگ طلبہ بھی ہوں گے۔

ایسے ہی جناب مولانا محمد ادریس صاحب بلگرامی اپنے رسالہ ''تطیب الاخوان بذکر علمائے الزمان'' مطبوعہ ۱۸۹۷ء میں حافظ صاحب مرحوم کے متعلق ارقام فرماتے ہیں: ''آپ کی ذات آیَةٌ مِنْ آیَاتِ اللّٰه ہے۔ ضریر البصر ہو کر اس قدر ملکہ علمیہ حاصل ہونا اور افاضہ خلائق قدرت عجیبہ کا نمونہ ہے۔ آپ کے تلامذہ کی کثرت اس درجہ ہے کہ مولوی ابو الطیب شمس الحق صاحب ڈیانوی[1] فرماتے ہیں: لَا اَعْلَمُ فِی تَلَامِذَةِ السَّیِّدِ نَذِیْرِ حُسَیْنِ الْمُحَدِّثِ اَکْثَرُ تَلَامِذَةٍ مِنْهُ فَذَمَلَأ الْبَنْجَابُ مِنْ تَلَامِذَتِهٖ کَاَنَّهٗ هُوَ حَافِظُ الصِّحَاحِ فِی هٰذَا الْعَصْرِ وَ هُوَ عَابِدٌ زَاهِدٌ

(۱) مولانا شمس الحق محدث ڈیانوی جو علم وفضل اور زہد وتقویٰ میں اپنی نظیر آپ تھے آج ہماری آنکھوں سے اوجھل ہیں۔ حضرت حافظ صاحب وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے مرحوم کو خاص انس تھا ایک بار حافظ صاحب کو اپنے پاس ڈیانواں ضلع عظیم آباد پٹنہ میں بلایا اور بہت خاطر و مدارات سے پیش آئے اور اپنا عظیم الشان کتب خانہ (جو نایاب و نادر کتب کے لحاظ سے سارے علاقہ میں اول نمبر تھا) دکھایا۔ اور کئی ایک کتابیں جو آپ نے زر کثیر صرف کر کے بیروت سے مہیا کی تھیں دکھائیں سنائیں اور تبادلہ خیالات کر کے فوائد علمیہ اقتنائیہ سے محظوظ ہوئے۔ مرحوم کو حدیث اور علمائے اہلحدیث سے بے حد محبت تھی۔ علمی دنیا کو آپ کی ذات ستودہ صفات سے بہت فائدہ ہوا۔ کتب احادیث کی اکثر ضخیم شرحیں آپ کے سبب رواج پذیر ہوئیں۔ آپ صفات صدق حیا' سخا' ثقاہت' دیانت' امانت' عدالت کے جامع اور شب زندہ دار تھے۔ ۱۹ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ ۶۵ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ راح شمس الحق حقانی الربیع الاول سن وفات ہے۔

" مُنكَسِرُ النَّفُسِ بَارَكَ اللّٰهُ فِيْ عُمُرِهٖ۔ ''میں نہیں جانتا کہ اس وقت حضرت مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی کے شاگرد زیادہ ہیں یا حضرت مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی کے (مطلب یہ کہ حضرت محدث وزیر آبادی کے بھی کثیر تلامذہ ہیں۔) پنجاب تو آپ کے شاگردوں سے بھرا ہوا ہے۔ آپ اس وقت گویا صحاح ستہ کے حافظ ہیں۔ آپ بڑے عابد' زاہد اور منکسر مزاج ہیں' اللہ ان کی عمر میں برکت دے۔''

الغرض صحیح طور پر معلوم نہ ہو سکا اور نہ کچھ کہا جا سکتا ہے کہ حافظ صاحب مرحوم کے تلامذہ کی تعداد کتنی ہے۔ اور وہ کس کس علاقہ میں خدمات قرآن و حدیث اور دیگر مشاغل علمی میں مشغول ہیں چونکہ حافظ صاحب کے وقت میں ان باتوں کا کوئی باقاعدہ انتظام یا رجسٹر وغیرہ نہیں تھا (اور سچ تو یہ ہے کہ ان امور کا کچھ خیال اور ضرورت بھی نہ تھی) اس لیے آپ کے تلامذہ کی کوئی مکمل فہرست تو پیش نہیں کی جا سکتی۔ ہاں ترتیب سوانح کے عرصہ میں جتنے نام مجھے معلوم ہو سکے ہیں ان کو اختصاراً بطور مشتے نمونہ از خروارے درج کیے دیتا ہوں:

(۱) مولانا شیخ احمد دمشقی شامی'

(۲) مولانا شیخ علی بن معانی ساکن نجد'

(۳) مولانا شیخ اسماعیل بن عبدالمالک ساکن یمن'

(۴) مولوی عبداللہ صاحب یاغستان'

(۵) مولوی نوراللہ صاحب کابلی'

(۶) مولوی سید ابوالحسن تبتی'

(۷) مولوی عبدالرحیم صاحب تبتی'

(۸) مولوی عبدالحلیم صاحب سندھی'

(۹) مولوی فیض اللہ صاحب سندھی،

(۱۰) مولوی عبدالکریم صاحب سندھی،

(۱۱) مولوی عبدالصمد صاحب بنگالی،

(۱۲) مولوی عبدالعزیز صاحب مرشد آبادی،

(۱۳) مولوی حافظ محمد صاحب قادری ہندوستانی،

(۱۴) مولوی احمد شاہ صاحب چھچھ ہزارہ،

(۱۵) مولوی فتح اللہ صاحب،

(۱۶) مولوی رکن عالم صاحب،

(۱۷) مولوی عبدالکریم صاحب،

(۱۸) مولوی عبدالحق صاحب ہڈیالہ،

(۱۹) مولوی محمد صاحب خانپوری،

(۲۰) مولوی محمد وارث صاحب،

(۲۱) حافظ دریا صاحب دیہن گیپ (یہ صاحب علم وراثت کے بڑے عالم اور ماہر تھے)،

(۲۲) مولوی عبداللہ صاحب علاقہ بار،

(۲۳) مولوی نظام الدین صاحب لائلپوری،

(۲۴) مولوی محمد احسن صاحب لائلپوری،

(۲۵) مولوی عبداللہ صاحب کوروتارڑ ضلع لائلپور،

(۲۶) مولوی محمد باقر صاحب تاندلیانوالہ لائلپور،

(۲۷) مولوی عبدالرحمٰن صاحب عیوآنہ لائلپور،

(۲۸) مولوی نور احمد صاحب شورکوٹی،

(۲۹) مولوی حکیم فضل الدین صاحب چنیوٹی'
(۳۰) مولوی محمد صاحب مرحوم دہلوی'
(۳۱) مولوی حکیم عبدالرحمٰن صاحب مدرس مدرسہ طبیہ دہلی'
(۳۲) مولوی حافظ عبدالرحمٰن صاحب پنجابی دہلوی'
(۳۳) مولوی عبدالقیوم صاحب شاہ پوری'
(۳۴) مولوی محمود شاہ پوری
(۳۵) مولوی فقیر اللہ صاحب بن شیخ فتح الدین صاحب شاہ پوری ثم البنگلوری ثم المدراسی
(۳۶) مولوی غلام محمد صاحب برادر خورد مولوی فقیر اللہ صاحب موصوف'
(۳۷) مولوی نور الدین صاحب مرحوم لکھوی
(۳۸) مولوی محمد علی صاحب لکھوی (۱)
(۳۹) مولانا ثناء اللہ امرتسری' (آپ کے نام نامی و اسم گرامی سے غالباً دنیائے اسلام کا بچہ بچہ واقف ہے۔ ہندوستان میں آپ کی ذات سے جماعت اہلحدیث کو جو ترقی و فروغ ہوا عیاں راچہ بیاں۔ ماشاء اللہ آپ جماعت اہلحدیث کے مسلّمہ سرتاج وسردار ہیں۔ آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کے بانی مبانی بھی آپ ہی ہیں۔ آپ کا اخبار اہلحدیث ۱۹۰۳ء سے جو کچھ قومی خدمات بجا لا رہا ہے اظہر من الشمس ہیں۔ آپ جمیع علوم وفنون پر حاوی ہونے کے علاوہ فن مناظرہ میں مہارت تامہ اور ید طولیٰ

(۱) آپ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب مرحوم کے بیٹے اور مولانا حافظ محمد بن بارک اللہ مصنف تفسیر محمدی کے پوتے ہیں۔ آپ اس علمی خاندان کے ایک نونہال اور علاقہ فیروز پور میں ایک قابل قدر ولائق ہستی ہیں۔ لکھو کے کا مشہور مدرسہ دارالاسلام آپ ہی کے زیر اہتمام چل رہا ہے۔ (خادم)
(پاکستان بننے کے بعد وہ مدرسہ جامعہ محمدیہ کے نام سے اوکاڑہ منتقل ہو گیا اور وہ مولانا معین الدین لکھوی کے زیر انتظام بڑی خوبی سے تشنگان کتاب وسنت کو سیراب کر رہا ہے)۔ (فاروقی)

رکھتے ہیں۔ بلکہ اگر آپ کو ''امام المناظرین'' کہہ دیا جائے تو ''حق بحقدار رسید'' والا معاملہ ہے۔مولانا فاضل سیالکوٹی نے آپ کو ''شیر پنجاب'' کا خطاب دے رکھا ہے۔مرزائے قادیان اور اس کی امت کی روح تو آپ کو دیکھتے ہی کانپنے لگتی ہے۔ اس لیے آپ کو فاتح قادیان بھی کہا جاتا ہے۔آپ نہایت فصیح البیان اور برجستہ تقریر پر قادر ہیں۔موجودہ عہد میں اگر آپ کو ہر جلسہ کا دولہا یا روح رواں کہا جائے تو بجا ہے۔عمر اسوقت تخمیناً ۵۴ سال ہے۔دعا ہے کہ خدا ابھی مدتوں آپ کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھے۔

وہ سلامت رہیں ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

مگر پاکستان معرض وجود میں آنے کے بعد ۱۹۴۸ء میں بمطابق ۱۳۶۸ھ میں آپ وفات پا چکے ہیں۔''سیرت ثنائی'' میں آپ کے مفصل حالات پڑھے جا سکتے ہیں (فاروقی)

(۴۰) حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب میر فاضل سیالکوٹی' (مولانا کی شخصیت کوئی ایسی غیر معروف نہیں کہ مجھ جیسے گمنام کو اس پر کچھ لکھنے کی ضرورت ہو۔مولانا ثناء اللہ صاحب اگر اہل حدیث کا دایاں ہاتھ ہیں تو آپ بایاں ہیں۔اگر وہ شمس ہیں تو آپ قمر ہیں۔ہندوستان کے لیے اگر وہ گنگا ہیں تو آپ جمنا ہیں۔غرضیکہ آپ کی شخصیت کسی طرح بھی ان سے کم نہیں۔اور ہر حال میں ہر انداز میں ہر جلسہ میں آپ لازم و ملزوم ہیں۔علت و معلول ہیں۔بلکہ اگر میں آپ کو حدیث دانی و قرآن فہمی میں ان سے دو ہاتھ آگے کہہ دوں تو بے جا نہ ہوگا۔آپ عمر میں ان سے غالباً دس سال کم ہیں۔ مگر علم و فضل اور زہد و اتقا میں کسی طرح بھی کم نہیں۔آپ کی ذات ستودہ صفات سے

ملک کو بہت فائدہ پہنچ رہا ہے اور دعا ہے کہ ابھی مدتوں پہنچتا رہے ع

ایں دعا از من واز جملہ جہان آمین باد

(آپ ۱۹۵۶ء میں وفات پا چکے ہیں۔)

(۴۱) مولوی عبدالحی صاحب[1] کلاس والا'

(۴۲) مولوی عبدالعظیم صاحب پسروری

(۴۳) مولوی ابوالبشیر محمد نذیر صاحب بمبانوالہ

(۴۴) مولوی عبدالحق صاحب بڈھا گورائیہ'

(۴۵) حافظ جلال الدین صاحب ڈھولن'

(۴۶) مولوی محمد رمضان صاحب گوجرہ'

(۴۷) مولوی مولا بخش صاحب گوجرہ'

(۴۸) مولوی ابراہیم صاحب حمید پوری'

(۴۹) مولوی خان محمد صاحب حمید پوری'

(۵۰) مولوی حسن شاہ صاحب دولووالی'

(۵۱) مولوی حسن شاہ صاحب کوٹلی لوہاراں'

(۵۲) مولوی حیدر شاہ صاحب ضلع سیالکوٹ'

(۵۳) مولوی عبداللہ صاحب گجرات'

(۵۴) مولوی نور احمد صاحب ڈنگہ ضلع گجرات'

---

(۱) آپ ایک معمر وسن رسیدہ بزرگ ہیں توحید اور سنت کا وعظ بہت عمدہ فرماتے ہیں لوگ بھی نہایت شوق سے سنتے ہیں۔ آپ دیگر علماء کی طرح اپنا بوجھ قوم کے سر پر ڈالنا نہایت مذموم سمجھتے ہیں اور عالم کامل ہونے کے باوجود اپنی روزی دستکاری سے پیدا کرتے ہیں۔ آپ حافظ صاحب مرحوم کے پروانہ شاگردوں میں سے ہیں اور مرحوم کے حالات جمع کرنے میں آپ نے بھی مجھے مدد دی ہے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ فی الدارین خادم (مگر عرصہ ہوا آپ وفات پا چکے ہیں اعلی اللہ مقامہ)۔ (فاروقی)

(۵۵) مولوی محمد صدیق صاحب اسد اللہ پور ضلع گجرات'

(۵۶) مولوی محمد صاحب پھانبڑہ گجرات'

(۵۷) مولوی نورالدین صاحب جید پوری گجرات'

(۵۸) مولوی حافظ محمد صاحب دینہ گجرات'

(۵۹) مولوی عبدالغنی صاحب چک رجادی گجراتی'

(۶۰) مولوی عبداللہ صاحب کھپیاں والی فیروز پوری'

(۶۱) مولوی عبدالحق شاہ صاحب ملتانی'

(۶۲) مولوی فیض اللہ صاحب ملتانی'

(۶۳) مولوی عبدالحق شاہ صاحب کھڈیاں لاہور'

(۶۴) مولوی عبدالسلام صاحب سکنہ فتح محمد لاہور'

(۶۵) مولوی عبدالقادر صاحب سکنہ فتح محمد ضلع لاہور'

(۶۶) مولوی عبدالحی صاحب سکنہ دا تا چند'

(۶۷) مولوی اسماعیل صاحب دلا ور چیمہ'

(۶۸) مولوی ابوالخیر محمد اسماعیل صاحب ڈھونی کے[1] وزیر آباد'

(۶۹) مولوی نورالدین صاحب پیپا کھہ ضلع گوجرانوالہ'

(۷۰) مولوی احمد الدین صاحب پیپا کھہ'

(۷۱) مولوی کریم الدین صاحب پیپا کھہ'

(۷۲) مولوی عبدالرشید صاحب احمد نگری'

---

(۱) مولوی اسماعیل صاحب اور بندہ مدرسہ دارالحدیث میں اکٹھے پڑھا کرتے تھے۔ یہ میرے مخلص دوست ہیں اور آج کل گوجرانوالہ مسجد مولوی علاؤ الدین صاحب مرحوم میں درس دیتے ہیں۔ خادم (۱۹۶۸ء میں آپ بھی انتقال فرما چکے ہیں۔ آپ کے حالات' محدث وزیر آبادی کے تلامذہ کے باب آگے آرہے ہیں۔ (فاروقی)

(۷۳)مولوی سلطان احمد صاحب[1] نت ضلع گوجرانوالہ'
(۷۴)مولوی عبدالرحمٰن صاحب نظام آبادی[2]'
(۷۵)مولوی عبدالغنی صاحب گل والا'
(۷۶)مولوی رکن الدین صاحب خلیل'
(۷۷) مولوی عبدالعزیز صاحب خلف الرشید حضرت العلام مولانا غلام رسول صاحب مرحوم سکنہ قلعہ میہاں سنگھ'
(۷۸)مولوی عبدالقادر صاحب خلف الرشید حضرت مولانا غلام رسول موصوف
(۷۹)مولوی حافظ عبدالحکیم صاحب سوہدروی بن حضرت مولانا غلام نبی الربانی
(۸۰)مولوی عبدالحمید صاحب سوہدروی بن حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمتہ اللہ علیہ[1]

مصارف واخراجات

توکل کی مثالیں

اگر چہ طلباء دارالحدیث کے نان ونفقہ اور خرچ واخراجات کا کوئی باقاعدہ انتظام نہ تھا اور نہ ہی کوئی ایسی سبیل تھی کہ حافظ صاحب جملہ اخراجات کے خود متحمل ہوتے۔

(۱)انہوں نے حافظ صاحب مرحوم کی سوانح عمری پنجابی شعروں میں نظم کی تھی اور مولوی عبدالحی صاحب کلاس والہ بھی پنجابی کرنا چاہتے تھے۔مگر راقم کے ناقص خیال میں چونکہ سوانح کا اردو زبان میں ہونا زیادہ مفید وبہتر معلوم ہوا اس لیے اسے اردو جامہ پہنایا گیا۔ (خادم)

(۲)خلیل صاحب ایک لائق وہونہار نوجوان ہیں۔حافظ صاحب سے صرف ابتدائی کتابیں پڑھی تھیں پھر سکول کی تعلیم میں مشغول ہوکر منشی فاضل اور حکم حاذق کی ڈگری لے لی۔آج کل سکول ماسٹر ہیں اور سوانح ہٰذا کی ترتیب میں انہوں نے بھی حصہ لیا ہے۔خادم (عرصہ ہوا وفات پا چکے ہیں۔بندہ کو آپ سے شرف ملاقات حاصل تھا۔بڑے علم دوست اور شریف النفس تھے۔(فاروقی)

(۳)آخری دونوں بزرگوں کے مختصر احالات آگے آرہے ہیں۔(فاروقی)

مگر سب سے مسبب الاسباب رب جو سب کا رازق اور خالق ہے اور جو نیک و بد اور دوست و دشمن کو یکساں روزی دیتا ہے بھلا ان سرفروشان حق اور متلاشیان دین کو کب بھول سکتا تھا ؂

اے کریمے کہ از خزانۂ غیب
گبر و ترسا وظیفہ خور داری
دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ با دشمنان نظر داری

شہر کے لوگ بھی اعانت کرتے تھے مگر بہت کم۔ زیادہ تر آمدنی بیرونی تھی اور وہ بھی ہندوستان سے۔[1] پنجاب کے لوگ اس مدرسہ کی معاونت میں بہت کم حصہ لیتے تھے۔ اور یہی ان کی بدمذاقی اور ناقدردانی کی بیّن دلیل ہے۔ حافظ صاحب نے چونکہ مدرسہ کا کام نہایت اعلیٰ پیمانہ پر شروع کر دیا تھا اور اپنے ذاتی مصارف کے لیے بھی کوئی ایسا ذریعہ و وسیلہ نہ تھا کہ اس سے اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پال سکتے' اس لیے صاحب دل اور اہل دل اصحاب خود بخود آپ کی خدمت کرتے اور کچھ نہ کچھ بھیجتے رہتے تھے۔ آپ بھی جو کچھ خود کھاتے وہی طلباء کو کھلاتے اور ان کے ساتھ مثل اولاد کے محبت و سلوک برتتے تھے۔

آپ حد درجہ متوکل علی اللہ تھے۔ باوجود تنگی اور تنگ دستی کے بھی کسی سے اپنے حال کا انکشاف اور دست سوال دراز نہیں کیا اور نہ ہی طلباء کے خرچ کے لیے کسی کو توجہ دلاتے بلکہ اگر کسی نے کہا' تو بھی فرمایا کہ وہ مالک خود دیکھ رہا ہے' "بھیج دے گا" کہنے کی کیا حاجت؟ غالباً یہی اخلاص اور تقویٰ کا اعلیٰ مقام تھا جس کی بناء پر اللہ تعالیٰ ہر حال ہر آن' ہر ساعت میں آپ کا معاون و مددگار رہا۔ چنانچہ ایک دن کا واقعہ ہے کہ گھر

(۱) عموماً ایسے ہوتا ہی رہا ہے۔ اکثر لوگ اپنے علاقائی کاموں کی طرف خاص توجہ نہیں کرتے۔ (فاروقی)

سے پیغام آیا رات کے لیے آٹا نہیں ہے۔ آپ ابھی خاموش بیٹھے تھے کہ چٹھی رساں ایک خط لایا جس پر فرستادہ کا نام نہیں تھا۔ اور اس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ اگر آج دوپہر کی ٹرین پر وزیر آباد ریلوے اسٹیشن پر آپ مجھ سے نہ ملے تو میں قیامت کے دن آپ کا دامن گیر ہوں گا۔ آپ اسٹیشن پر تشریف لے گئے اور انٹرمیڈئیٹ کے درجہ کے نزدیک کھڑے ہوئے تھے کہ ایک شخص اس گاڑی سے نکلا اور یوں ہمکلام ہوا' کیا آپ کا گھر یہاں ہے؟ جواب دیا ہاں۔ پوچھا۔ مولانا حافظ عبدالمنان صاحب کو پہچانتے ہیں؟ فرمایا ہاں۔ کہنے لگا۔ کیا وہ یہاں مل سکیں گے؟ فرمایا۔ وہ میں ہی ہوں۔ پوچھا کیا آپ کے پاس آج کوئی خط پہنچا ہے؟ آپ نے وہ خط نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا۔ وہ دیکھ کر معافی کا خواہاں ہوا۔ اور خطیر رقم آپ کے ہاتھ پر رکھ کر سوار ہو گیا۔ ہر چند اس کا نام و نشان پوچھا مگر وہ خاموش رہا اور گاڑی چلی گئی۔

ایسے ہی ایک دن رمضان شریف میں ترجمہ قرآن ختم ہو چکا تھا کہ طلباء نے کہا استاد جی آج آٹا ختم ہے۔ آپ ابھی انہیں تسکین و تسلی ہی دے رہے تھے کہ گھر سے بھی پیغام آ گیا کہ خرچ بالکل ختم ہے اور اس کی ضرورت ہے۔ فرمایا اللہ مالک ہے وہ پہنچا دے گا' رات آ لینے دو۔ چنانچہ دو گھنٹہ بعد دس بجے کی ڈاک میں ڈاک کا ہرکارہ آیا اور پچیس (۲۵) روپیہ[1] کا منی آرڈر لے آیا۔ جو جزیرہ انڈیمان سے کسی اللہ کے بندے نے بھیجا تھا۔

مکرمی مولوی مولا بخش صاحب کا بیان ہے کہ اسی طرح حافظ صاحب ایک دن خرچ ختم ہو جانے کے سبب کچھ پریشان سے تھے۔ اور اس وقت میں بیٹھک میں آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک آپ اٹھے اور اپنے دولت کدہ تشریف لے گئے اور تھوڑے عرصہ کے بعد واپس آ کر مجھے ایک پرچہ دیا اور فرمایا کہ پڑھو۔ جونہی میں

---

(۱) اس وقت کے لحاظ سے یہ رقم بہت بڑی تھی۔ (فاروقی)

نے دیکھا تو وہ بیس روپے کا نوٹ تھا۔ فرمایا کہ راستہ میں کوئی دے کر چلا گیا ہے' معلوم نہیں کون تھا۔

غرضیکہ کئی ایک ایسے واقعات ہیں جو آپ کی قناعت اور توکل کی پوری پوری شہادت دیتے ہیں۔ سچ ہے جو اللہ کا بن کر رہتا ہے تو اللہ اسے وہاں سے دیتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہو۔

جنات شاگرد

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کے پاس جنات بھی تحصیل علم کے لیے آیا کرتے تھے۔ اس جگہ مجھے جنات کے وجود اور ان کی ذات سے بحث کرنا مقصود نہیں ہے کیونکہ جو ایجوکیٹڈ اور ماڈرن طبقہ سرے سے اس کے قائل ہی نہیں ان کے لیے قرآن کریم اور احادیث سے دلائل و براہین پیش کرنا یا اسلاف کے حالات و کارناموں سے بطور تمثیل کچھ ذکر کرنا اندھے کے آگے رونے اور اپنی آنکھیں کھونے کے مترادف ہے۔ اور جو علم دوست اور دین پسند طبقہ سورۂ جن کی تفسیر سے واقف ہے' اپنے گزشتہ علمائے حقانی اور اولیائے رحمانی کے واقعات کو جانتا پہچانتا اور ان پر نظر بصیرت رکھتا ہے' اسے یقین دلانے کے لیے زیادہ تحریر کی ضرورت نہیں کتاب ہذا میں جنات کے صرف دو ایک واقعات جو مشہور ہو چکے ہیں انہیں ذکر کر دینا کافی ہے۔

جن لوگوں نے حافظ صاحب کی مسجد دیکھی ہوئی ہے۔ انہیں معلوم ہوگا کہ مسجد کے مشرقی حصہ میں سیڑھیوں کے نیچے ایک حجرہ ہے[1] اور اس کے ساتھ ساتھ چند ایک اور بھی حجرے ہیں جہاں طالب علم رہا کرتے تھے۔ حجرہ میں ایک طالب علم جمان نامی رہا کرتا تھا جو اکثر تنہائی پسند و گوشہ نشینی کا عادی تھا۔ بس وہ ہی جن تھا۔ کئی بار دوسرے طالب علموں نے اس سے خلاف فطرت اور عجیب و غریب انوکھی حرکتیں

---

(۱) مگر اب مسجد کا نقشہ یکسر بدل چکا ہے۔ جو تصاویر ہم نے دی ہیں یہ نئی مسجد کی ہیں۔ (فاروقی)

دیکھیں اور حیران رہ گئے۔ کتاب ایک الماری میں رکھتے تو صبح دوسری میں پاتے۔ رات کو اگر برتن سے پانی خالی کر کے چھوڑتے تو صبح کو بھرا ہوا دیکھتے۔ کنوئیں سے پانی نکلتا چرخی زور سے گھومتی دکھائی دیتی مگر کوئی شخص نظر نہ آتا۔ جب جمان کا کمرہ دیکھتے تو وہ اندر سے بند پاتے۔ ایک دفعہ مسجد کا دروازہ بند کر دیا۔ لوگوں نے بہت زور لگایا مگر نہ کھلا۔ آخر حافظ صاحب کو خبر دی گئی۔ وہ آئے تو ان کے کہنے پر دروازہ خود بخود کھل گیا۔

ایک دن اس کا اپنا حجرہ اندر سے بند تھا۔ صبح جب طالب علموں نے دیکھا کہ آج نہ وہ نماز میں شامل ہوا ہے اور نہ سبقوں میں تو اس کے پاس جا کر آواز دی۔ دروازہ نہ کھلا تو اکھاڑا گیا تو اندر کچھ نہ پایا۔ بس پھر اس دن سے وہ غائب ہو گیا۔ یہ تو انسانی جامہ پہن کر آیا تھا کئی ایک جنات ویسے ہی سماع کرتے رہے۔ یعنی انسانوں کی طرح جنات بھی آپ کے حلقۂ درس میں شریک ہوتے رہے۔

(۲) حافظ صاحب کے گھر کے قریب ایک شخص محمد دین تیلی کا گھر تھا۔ جو حافظ صاحب کے گھر اور مسجد کے درمیان تھا۔ ایک دفعہ تیلیوں سے حافظ صاحب مرحوم کی بے ادبی سی ہو گئی اور ایسے ویسے الفاظ منہ سے نکل گئے۔ بس پھر کیا تھا حافظ صاحب کے شاگرد جنات ان کے گرد ہو گئے۔ گھر میں کوئی چیز رہنے نہ پاتی تھی۔ کبھی تیل کا مٹکا الٹ دیتے۔ کبھی کولہو اکھاڑ دیتے۔ گھر میں اینٹیں اور پتھر پھینکتے۔ کھانے کی چیزوں میں گوبر اور گندگی ڈال دیتے۔ کبھی کپڑوں کو آگ لگ جاتی۔ کبھی مکان کی چھت سلگنے لگتی۔ غرضیکہ طرح طرح کی ایذاؤں سے بے چاروں کا ناک میں دم کر دیا۔ شہر میں ایک کہرام سا مچ گیا۔ کئی جنتر منتر کرنے والے آتے اور خود مار کھا کر واپس جاتے۔ بے چارے محمد دین نے اردگرد کے علاقے چھان مارے اور جہاں سے کسی پیر صوفی کا پتہ چلتا' ان کے دفعیہ کی تدبیر پوچھتا۔ تعویذ لاتا۔ مگر یہاں کچھ بھی اثر نہ ہوتا۔ آخر

لوگوں کے سمجھانے پر' کہ اللہ کے بندے! حضرت حافظ صاحب سے معافی مانگ لے اور ان کے پاؤں پکڑ لے۔ چنانچہ مجبوراً اسے حضرت حافظ صاحب ہی کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ منت سماجت سے حضرت حافظ صاحب کو خوش کیا اور آئندہ کے لیے توبہ کی' تب کہیں جا کر اس بلائے ناگہانی سے اسے نجات ملی۔

حافظ صاحب مرحوم ایک کامل ولی تھے۔ جمعہ کی صبح کو اکثر تنہائی میں روبقبلہ ہو کر ذکر الٰہی کیا کرتے۔ گڑگڑاتے' عجز و انکساری اور گریہ وزاری کرتے' ہاتھ پھیلا پھیلا کر دعائیں مانگتے' مراقبہ میں جاتے تو کئی عجیب وغریب باتوں کا انکشاف ہوتا۔

مراقبہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ کی کتاب معالم التنزیل گم ہوگئی۔ جس کا آپ کو بہت صدمہ ہوا۔ ایک روز صبح نماز سے فارغ ہوتے ہی فرمایا کہ مسجد کے دروازے بند کر دو۔ کوئی شخص یہاں سے باہر نہ جائے۔ میرے مالک نے مجھ کو میری کتاب کا پتہ دے دیا ہے۔ یہاں سے قریب ہی جو برنے والی مسجد ہے اس میں جو اینٹوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے' اس میں میری کتاب دفن کی گئی ہے۔ چنانچہ حاضرین میں سے ایک آدمی دوڑتا ہوا گیا اور اینٹوں کے ڈھیر سے کتاب نکال لایا۔

دعا کی تاثیر

اسی طرح حافظ عبدالکریم صاحب وزیرآبادی کا لڑکا فوت ہوگیا تو انہیں بہت حزن وملال اور اندوہ وغم ہوا۔ اور آپ سے آکر التجا کی کہ حافظ صاحب میرے لیے دعا فرمایئے۔ کہ اللہ تعالیٰ میرے دل کو اطمینان اور اس کا نعم البدل عطا فرمائے۔ چنانچہ آپ نے مسکراتے ہوئے کہا' حافظ صاحب! پریشان نہ ہوں۔ ہماری دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو ایک کے بدلے میں تین بیٹے عطا فرمائے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی بات بھی مشکل نہیں۔ اللہ عزوجل آپ کو تین لڑکے عنائت فرمائے۔ چنانچہ ایسا

ہی ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حافظ عبدالکریم صاحب کو یکے بعد دیگرے تین بیٹے عطا فرمائے۔ وہ حافظ صاحب ابھی زندہ ہیں اور ان کے ماشاءاللہ تین بیٹے ہیں جو پڑھ رہے ہیں۔

خلاصۂ کلام

غرضیکہ حضرت حافظ عبدالمنان رحمۃ اللہ علیہ بڑے عابد و زاہد، متوکل علی اللہ تھے۔ آپ ہمہ وقت اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں مستغرق رہتے تھے۔ اور حدیث نبوی کے تو گویا جان سے عاشق اور دل دادہ تھے۔ آپ کو پڑھاتے پڑھاتے ہزاروں حدیثیں ازبر ہوگئی تھیں۔ قرآن مجید اگرچہ آپ نے سبقاً حفظ نہیں کیا تھا مگر اللہ کی شان آپ کو تقریباً سارا حفظ تھا۔ اور جہاں سے چاہتے رکوع کے رکوع پڑھ جاتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اکثر مقامات پر اس مضمون کی بہت سی حدیثیں یاد آ جاتی ہیں۔ اور یہی وجہ تھی کہ جب آپ وعظ فرمایا کرتے تو ایک ایک آیت کی تفسیر میں بیسیوں حدیثیں پیش کر دیتے تھے۔ وعظ بھی نہایت مؤثر اور توحید و سنت پر مشتمل ہوا کرتا تھا۔ بعض اوقات سامعین پر اکثر گریہ طاری ہو جاتا تھا۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ آپ درد دل اور خلوص نیت سے مافی الضمیر بیان کرتے اور بلا لومۃ لائم وعظ فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے ۱۳۱۳ھ میں دوسری بار پھر حج کیا۔ اس سفر میں وزیرآباد کے اکثر احباب شیخ سلطان محمود صاحب وغیرہم اور آپ کے سمدھی مولانا الحاج مولوی غلام نبی الربانی سوہدروی بھی ساتھ تھے۔ اس سفر کے بھی گو کچھ حالات ایسے تھے کہ قلمبند کیے جاتے مگر طوالت مضمون کے باعث انہیں نظرانداز کر دیا گیا ہے۔

آپ کی اولاد

آپ نے تین شادیاں کی تھیں۔ جن سے پانچ صاحبزادے اور چار

صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ پہلے قبیلہ سے صرف ایک لڑکی [1] دوسرے سے تین لڑکیاں پانچ لڑکے اور تیسرے سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ بڑے صاحبزادے مولوی حکیم عبدالجبار صاحب حکیم حاذق تھے' جو وفات پا چکے ہیں۔ اور دوسرے مولوی عبدالستار صاحب مولوی فاضل پاس تھے۔ عین عالم شباب میں اس دنیا سے اٹھ گئے۔ [2] اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ تیسرے مولوی محمد حسین صاحب آزاد ہیں۔ [3] چوتھے مولوی عبدالرشید صاحب انٹرنس پاس کر کے مدرسہ دارالحدیث سیالکوٹ میں تعلیم پاتے تھے۔ مگر ضروریات زمانہ سے مجبور ہو کر ملازمت میں چلے گئے۔ پانچویں مولوی عبدالباسط ابھی مدرسہ میں پڑھتے ہیں اور قوم کی بہت سی امیدیں ان سے وابستہ ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں علوم عربیہ کا مذاق دے کر والد مرحوم کا سچا جانشین اور قائم مقام بنا دے۔ (یہ پرانی بات ہے۔ فاروقی) آپ کی تینوں لڑکیاں بھی شادی شدہ ہیں۔ اور ان کی والدہ ماجدہ اب گوشہ تنہائی میں زندگی بسر کر رہی ہیں۔ حضرت حافظ صاحب کی پہلی اور تیسری بیوی مدت سے انتقال فرما چکی ہیں۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔ اور درجات بلند کرے۔ [4] آمین۔ (سبھی انتقال فرما چکی ہیں۔

---

(۱) یعنی راقم کی والدہ ماجدہ جو سوہدرہ میں بیاہی گئی تھیں۔ ان کا اسم گرامی فاطمہ تھا۔ اب انتقال فرما چکی ہیں۔ مرحومہ بڑی صالح اور پارسا خاتون تھیں۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهَا وَارْحَمْهَا۔ اس پہلی بیوی سے ایک ربیب لڑکا تھا۔ نام عبدالقادر تھا۔ یہ چوہدری محکم الدین صاحب کے بھانجے تھے۔ یہ علوم اسلامی کی تکمیل کر کے جموں چلے گئے اور جموں کو اپنا مرکز بنایا اور وہیں شادی کی۔ یہ مولوی عبدالقادر صاحب حضرت مولانا عبدالحمید سوہدروی کے حقیقی ماموں تھے۔

(۲) آپ دارالحدیث میں تدریس فرماتے رہے۔ بڑے قابل تھے۔ حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمتہ اللہ علیہ نے سنن نسائی کا ربع اول آپ سے پڑھا تھا۔ (فاروقی)

(۳) دشمنوں کی شرارت سے مارشل لاء کے دنوں میں گرفتار ہو گئے تھے۔ آپ سے ایک انگریز قتل ہو گیا تھا جس کی پاداش میں آپ طویل عرصہ تک قید میں رہے۔ آپ کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ (فاروقی)

(۴) آپ کے اہل وعیال کی بابت مزید حاصل ہونے والی معلومات آگے حصہ دوم میں آ رہی ہیں۔ (فاروقی)

موجودہ جامع مسجد مبارک ثنائیہ وزیرآباد کا بیرونی نقشہ جس کی ان دنوں مرمت ہو رہی ہے۔

جامع مسجد ثنائیہ اہلحدیث وزیرآباد جہاں تقریباً 125 برس سے توحید وسنت کے نعرے بلند ہو رہے ہیں۔

یہ فاضل مرتب علیہ الرحمۃ نے بہت پہلے کا لکھا ہوا ہے۔)

لائبریری اور مدرسہ

آپ کا کتب خانہ پنجاب میں ایک بڑا قیمتی کتب خانہ تھا۔ بڑی بڑی ضخیم اور نایاب کتابیں اس میں موجود تھیں، مگر افسوس کہ آپ کی وفات کے بعد اس میں ترقی و اضافہ نہ ہوا۔ اور نہ ہی مدرسہ اپنی اصلی حالت پر اور ویسی شان وشوکت سے قائم رہ سکا کہ آپ کی زندہ یادگار ثابت ہوتا۔ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس نے اپنی طرف سے ایک سال تک اس کے چلانے کے لیے کوشش کی۔ اپنے پاس سے تنخواہ دے کر مدرس رکھا۔ مگر باشندگان وزیرآباد کی بے اعتدالی اور لاپرواہی کے ہاتھوں وہ بیل منڈھے نہ چڑھی۔ آج کل جناب مولانا حافظ عمرالدین صاحب سلمہ نے (جو حافظ صاحب کے وقت سے وزیرآباد میں درس وتدریس کیے چلے آرہے ہیں) اس مدرسہ کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی ہے اور ان کی برکت سے مسجد میں پھر کچھ رونق سی لگی رہتی ہے۔ طلباء کی ضرورت ہے کہ وہ آئیں اور علوم دینیہ حاصل کریں۔ معاونین مدرسہ بھی توجہ کریں۔ اور حضرت حافظ صاحب مرحوم کی اس علمی یادگار کو ہمیشہ کے لیے قائم کریں۔[1] (مؤلف کتاب ہذا کی یہ نصیحت اب موجودہ انتظامیہ کو ہے۔

(فاروقی)

---

(۱) مولانا حافظ عمر دین رحمۃ اللہ علیہ بے حد مخلص تھے۔ آپ کی وفات کے بعد یہ عظیم و نادر کتب خانہ حضرت استاد پنجاب رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے مولوی محمد زکریا بن حکیم مولوی عبدالستار صاحب کی تحویل میں رہا۔ حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد شیخ الحدیث مولانا حافظ عمر دین صاحب نے امور تدریس سنبھالے۔ کوئی ۱۹۴۲ء تک یہ سلسلہ رہا۔ پھر مناظر اسلام مولانا احمد دین گکھڑوی نے اس جگہ کام کیا۔ آپ نے کوئی ڈیڑھ سال کام کیا۔ پھر حافظ محمد اسماعیل ذبیح نے ۲ سال تک یہ خدمات سرانجام دیں۔ پھر مولانا احمد دین کو لایا گیا۔ ان کے بعد عبداللہ نام کے یکے بعد دیگرے تین علماء تشریف لائے۔ یعنی مولانا عبداللہ علوی، مولانا عبداللہ مظفر گڑھی اور مولانا عبداللہ کلسوی۔ یہ تینوں اپنے اپنے وقت میں=

آپ کی وفات

آہ! اے بدنصیب قوم' اور اے ساکنان وزیر آباد! آج تمہارا فخر قوم تم سے جدا ہو رہا ہے۔ آج وہ عظیم الشان ہستی جس پر تم کو ناز تھا تم سے اوجھل ہو رہی ہے وہ جو حضرت میاں صاحب دہلوی اور حضرت مولانا عبداللہ صاحب غزنوی کی بابرکت مجلسوں کا فیض یافتہ اور فن حدیث کا عالم لاثانی تھا۔ وہ جس کے وجود باجود سے پنجاب میں علم حدیث کو رواج ہوا۔ وہ جس سے سارا علاقہ سیراب و فیضیاب ہو گیا۔ اور جو فی الواقع آفتاب علم اور ''استاد پنجاب'' کے خطاب کا حقیقی مستحق تھا۔ وہ جو شریعت و طریقت کا سلطان' حقیقت اور محبت کی برھان' اسرار الٰہی کا راز داں' سنت کا امام' ملت کا پیشوا' اور علم نبوی کا وارث تھا آج تمہیں داغ مفارقت دے رہا ہے۔ اس عالم فانی اور ناپائیدار دنیا سے عالم جاودانی اور منزل کامرانی کو سدھار رہا ہے۔

آہ! آج یوم الثلاثہ (سہ شنبہ) ۱۶ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۸ جولائی ۱۹۱۶ء بعد نماز عصر جبکہ آفتاب عالم غروب ہونے کو تھا یہ آفتاب علم بھی غروب ہو گیا۔ ہمارے قائد' ہمارے محسن' ہمارے معلم اور رہبر و ہیرو کی روح ۶۷ برس بعد اس قفسِ عنصری سے پرواز کر کے جنت الفردوس کو سدھار گئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ' اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَ ارْفَعْ دَرَجَاتَهٗ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ.

حافظ علم حدیث مصطفیٰ عبد منان اس کا تھا مشہور نام
خطۂ پنجاب کا وہ شیرِ دیں تھا وزیر آباد میں اس کا قیام

= کافی عرصہ یہاں خدمات بجالاتے رہے۔ پھر ۱۹۶۱ء میں مولانا عبدالرحمن عتیق رونق افروز ہوئے۔ آپ تقریباً ۳۴ برس جامع مسجد منانیہ وزیر آباد میں خدمت کرنے کے بعد میں انتقال کر گئے۔ انا للہ۔ بعدہٗ ۱۹۹۶ء میں مولانا احمد علی توحیدی تشریف لائے۔ جس سے مسجد کی گمشدہ چہل پہل پھر لوٹتی نظر آتی ہے۔ ان سب خطباء کا مختصر انتعارف آگے اسی کتاب کے حصہ دوم میں آ رہا ہے۔ (فاروقی)

ہو گیا واصل بحق مرد خدا ختم ہونے پر جو تھا ماہ صیام
بولا ہاتف سال رحلت اے حفیظ مولوئ باخدا جنت مقام

۱۳۳۴ھ

مرحوم اپنی آخری عمر میں بوجہ کبر سنی و پارینہ سالی بہت ضعیف و ناتواں سے ہو گئے تھے۔ سلسل بول کی بیماری بھی ایسی لاحق ہوئی کہ تادم آخر پیچھا نہ چھوڑا۔ وفات سے دو تین روز قبل غشی طاری ہوگئی۔ احباب آتے بلاتے مگر ''ہوں ہاں'' کے سوا کچھ جواب نہ پاتے۔ مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی و مولانا ثناء اللہ امرتسری کو تار کے ذریعہ بلایا گیا۔ دور نزدیک کے احباب خود بخود جمع ہو گئے۔ آہ وہ کیسا نازک وقت تھا جبکہ سب کی نگاہیں آپ کے رخ انور پر ٹکٹکی باندھے جمی ہوئی تھیں۔ اور آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔ یہ دیدار یار کا آخری سماں تھا۔ اس کے بعد آپ کے مشتاق و شیدائی ہمیشہ کے لیے زیارت سے محروم ہو جانے والے تھے۔ اس لیے وہ کیفیت اور وہ نظارہ جو اس وقت طاری و ساری تھا ہر موافق و مخالف اور ہر کہ ومہ کے دل پر نقش ہو گیا۔

نماز جنازہ حضرت العلام مولانا غلام حسن صاحب مرحوم سیالکوٹی نے (جو آپ کے سمدھی اور عالم اجل فاضل بے بدل اور ایک متقی و پارسا بزرگ تھے) پڑھائی۔ جنازہ کے موقعہ پر حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری مرحوم اور مولانا ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی نے ایک دلوں کو ہلا دینے والی زبردست تقریر کی۔ کوئی شقی القلب اور سنگ دل مخالف بھی ایسا نہ ہوگا جو اس وقت آنسو نہ بہاتا ہو۔ اور مرنے والے کی خوبیوں کو یاد کر کے رو نہ رہا ہو۔

''مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ'' کا مقولہ بالکل صحیح ہے۔ یعنی عالم کی موت پورے جہان کی موت ہوتی ہے۔ آپ کے ماتم پر صرف علمی دنیا ہی نہیں بلکہ تمام لوگ اظہار افسوس کرتے تھے۔ جنازہ میں دوست و دشمن سب شریک تھے اور کل یگانے و

بیگانے نے مرحوم کی تعریف میں رطب اللسان تھے۔ خلقت بے شمار تھی۔ نماز جنازہ دو تین مرتبہ پڑھی گئی۔ اور چہار شنبہ کی دوپہر کو وہ گھڑی آ گئی جبکہ (اس پاک وجود قدسی صفات نورانی شکل اور فرشتہ سیرت انسان کو شہر کے آدھ میل باہر مشرق کی جانب زیر زمین دفن کر دیا گیا۔[1] بَرَّدَ اللّٰهُ مَضْجَعَهٗ وَ اَعْلَی اللّٰهُ مُقَامَهٗ

آخری ریمارک

آپ کو عبادت کا بچپن سے شوق تھا۔ صلوٰۃ پنجگانہ با جماعت مسجد میں ادا فرماتے اور ہمیشہ تکبیر اُولیٰ میں شریک ہوتے۔ نوافل تہجد اور جمعہ کی سختی سے پابندی کرتے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم و فضل میں جامع بنایا تھا اسی طرح زہد و تقویٰ سے بھی مزین فرمایا تھا۔ غیبت سے بہت پرہیز کرتے۔ ہمیشہ لوگوں کا ذکر خیر و بھلائی کے ساتھ کرتے۔ ہر شخص سے حسن ظنی رکھتے۔ نہایت کم سخن تھے۔ صابر و شاکر اور حلیم تھے۔ نیک مزاج اور صلح پسند تھے۔ غصہ اگر جلد آ جاتا تھا تو جلد ہی اتر بھی جاتا تھا۔ مزاج میں انکساری اور سادگی تھی۔ ہر شخص سے بخندہ پیشانی ملتے۔ اتباع سنت کا بہت جذبہ تھا۔ احیائے سنت میں کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ نہایت متقی' عابد' زاہد' متواضع' مخلص اور مہمان نواز تھے' ہر ایک سے اخلاق کریمانہ سے پیش آتے تھے۔ اسلام کی تبلیغ اور نشر و اشاعت میں پیش پیش تھے۔ اللہ کی خاطر سب سے محبت رکھتے تھے۔ آپ کے دل میں چونکہ اخلاص ہی اخلاص تھا۔ اس لیے آپ ہر قسم کے طمع لالچ اور خوف سے بے نیاز تھے۔

آپ کے بڑے اچھے معمولات تھے۔ باقاعدگی سے تہجد ادا کرتے تھے۔ پھر ذکر و فکر میں بیٹھ جاتے۔ کثرت سے یاد الٰہی کرتے اور درود پڑھتے پھر فجر کی سنت گھر میں ادا کر کے مسجد جاتے اور نماز خود پڑھاتے تھے۔ نماز کے بعد مسنون اذکار کرتے

(۱) یہ قبرستان اسلام آباد موڑ حوا ہسپتال کے قریب واقع ہے۔ (فاروقی)

اور درس قرآن ارشاد فرماتے۔ پھر سورج نکلنے کے بعد نماز اشراق ادا کرتے۔ بعد ازاں ناشتہ فرماتے۔ اور ذرا وقفے کے بعد سلسلہ تدریس شروع کرتے۔ ظہر تک یہ سلسلہ جاری رہتا۔ نماز اور کھانے سے فارغ ہو کر پھر عصر تک پڑھاتے۔

عصر تا مغرب تھوڑی مجلس کرتے۔ پھر بازار یا کھلی زمین کی طرف نکل جاتے۔ پھر نماز مغرب پر واپس مسجد آ جاتے۔ مغرب تا عشاء کھانا کھاتے' طلبہ سے ملتے یا لوگ آپ کے پاس حاضر ہو جاتے تو ان کے ساتھ بات چیت ہوتی۔ نماز عشاء کے بعد جلد سو جاتے تا کہ آخر رات کے اذکار اور معمولات متاثر نہ ہوں۔

حصہ دوم

- آپ کے اساتذہ کرام
- آپ کے معاصرین عظام
- آپ کے تلامذہ ذیشان
- آپ کا خاندان
- آپ کی مسجد' مدرسہ اور کتب خانہ
- جامع مسجد منانیہ کے خطباء

آپ کے اساتذۂ کرام رحمہم اللہ

(۱) مولانا قادر بخش

ان کا تعلق احمد آباد تحصیل پنڈ دادن خان سے تھا۔ یہ گاؤں دریائے جہلم کے کنارے تھا۔ مولانا قادر بخش بہت نیک اور سادہ مزاج تھے۔ حضرت حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے شروع کے استاد تھے۔ آپ نے ان سے ابتدائی صرف‘ نحو اور فارسی کی کتب پڑھیں۔ صرف بہائی اور صرف میر یہیں پڑھیں۔

(۲) سید فاضل شاہ

اپنے وقت کے بڑے تبحر عالم تھے۔ ان کا تعلق موضع بھلوال (سرگودھا) سے تھا۔ آپ سے اصول شاشی‘ کنز‘ قدوری وغیرہ کتب پڑھیں۔

(۳) مولانا برھان الدین حطاروی

ان کا تعلق سروچہ ضلع جہلم سے تھا۔ آپ کا علم و فضل میں اونچا پایہ تھا۔ انداز تدریس بہت اچھا تھا۔ آپ نے ان سے مراح الارواح‘ شرح مائۃ عامل‘ کافیہ‘ شافیہ‘ شرح ملا جامی‘ منطق اور ادب کی کچھ کتب پڑھیں۔ یہاں تک کتب پڑھنے کے بعد حافظ صاحب موصوف کا ذہن کھل گیا۔ اور جو پڑھتے آپ کو یاد ہو جاتا۔ اس وقت صرف‘ نحو اور علوم فقہ وادب میں شاید ہی کوئی آپ کا ثانی ہوگا۔

(۴) مولانا قل احمد چکوی

ان کا تعلق موضع چکی شیخ جی ضلع بنوں سے تھا۔ ان کی خدمت میں بھی حاضری دی۔ اور ان سے کتاب ’’ملا حسن خیالی‘‘ کا درس لیا۔ علاوہ ازیں اصول فقہ‘ معانی‘ عروض اور فقہ کی بقایا کتب پڑھیں۔

(۵) مولانا محمد حسین بٹالوی ۱۲۵۶ھ۔۱۳۳۸ھ

آپ تفسیر و حدیث میں بڑا اونچا پایہ رکھتے تھے۔ حافظ عبدالمنان صاحب کی بہت خواہش تھی کہ علوم قرآن و حدیث سیکھے جائیں اور ان میں مہارت تامہ حاصل کی جائے۔ ان دنوں ایسے علوم کے مدارس کا کم رواج تھا۔ ان دنوں مولانا محمد حسین بٹالوی لاہور میں قیام پذیر تھے۔ آپ نے ان سے مشکوٰۃ المصابیح کا درس لیا۔ مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ یہیں تک پڑھایا کرتے تھے۔ مشکواۃ المصابیح نے آپ کے شوق و طلب میں دگرگوں اضافہ کر دیا۔ حدیث پڑھنے سے آپ کی خیابان قلب و دماغ میں تازہ بہار آ گئی جس سے آپ کی مشام جہاں مہک اٹھی۔

مولانا محمد حسین ۱۷ فروری ۱۸۴۱ھ کو بٹالہ ضلع گورداسپور (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ آپ جامع معقول و منقول تھے۔ آپ نے مدرسہ غزنویہ امرتسر اور مسجد چینیانوالی لاہور میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ ۱۸۷۴ء میں ماہنامہ ''اشاعۃ السنۃ النبویہ'' جاری کیا۔ آپ نے اس رسالہ کے ذریعے اسلام کی بے حد خدمت کی۔ آپ نے عیسائیت' قادیانیت' اور تقلید و جمود کا کھل کر مقابلہ کیا۔ آپ بڑے اعلیٰ ادیب' بہترین خطیب' ممتاز اسکالر' عظیم محقق و مناظر اور صاحب طرز مدرس تھے۔ آپ نے مرزا قادیانی کا کافیۂ حیات تنگ کر دیا تھا۔ انگریز نے اہل حدیث کو بدنام کرنے کے لیے وہابی کا لقب مشہور کیا۔ آپ نے کوشش کر کے ''وہابی'' لقب گورنمنٹ انگلشیہ کے کاغذوں سے خارج کروا دیا تھا۔ آپ نے ۲۹ جنوری کو ۸۵ برس کی عمر میں وفات پائی۔

(۶) مولانا شیخ عبدالحق بنارسی-۱۲۰۶ھ۔۱۲۸۶ھ)

سیرت ''استاد پنجاب'' حصہ اول میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ حصول علم کی خاطر حضرت مولانا حافظ عبدالمنان رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے سفر کیے۔ چنانچہ آپ حیدر آباد'

مدراس‘ مالا بار سے ہوتے ہوئے بمبئی پہنچے۔ اور بمبئی کے محلہ نا نگ پاڑہ میں رہائش اختیار کی۔ بائی کھتلہ محلّہ میں کافی تعداد میں اہلحدیث رہائش پذیر تھے۔ اس قیام بمبئی کے دوران آپ کی متعدد اہل علم سے ملاقات رہی۔ حضرت مولانا عبدالشکور ساکن مچھلی بندر سے شرف ملاقات حاصل ہوا۔ آپ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ یہیں دیگر علماء وفضلاء سے بھی شرف نیاز حاصل رہا۔ مثلاً مولانا قاری عبدالرحمٰن پانی پتی‘ مولانا بشارت اللہ کابلی‘ مولانا ہدایت اللہ مدراسی‘ مولانا شیخ عبدالحق بنارسی‘ امام شوکانیؒ صاحب ''نیل الاوطار'' کے شاگرد رشید اور عالم بے بدل تھے۔ حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کچھ دروس لیے اور علمی فوائد حاصل کیے اور سند لی۔ مولانا عبدالحق بنارسی‘ نواب صدیق حسن خان والی بھوپال کے استاد رہ چکے تھے۔ حافظ صاحب کے شوق تعلم کو دیکھ کر مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے نواب صدیق حسن خاں کے نام بزبان فارسی ایک چٹھی لکھی تا کہ حافظ صاحب کو تحصیل علم میں کوئی اشکال پیش نہ آئے۔

(۷) مولانا محمد سہارنپوری

ان کا شمار کبیر محدّثین میں ہوتا تھا۔ بڑے لوگوں نے ان سے علمی فیض حاصل کیا۔ حضرت حافظ صاحب نے بھی ان سے استفادہ کیا۔ ان کے پاس جنات بھی پڑھنے آتے تھے۔ ایک جنّ جبل عرفات کا رہنے والا تھا اس نے آپ کے بقول آپ سے تین بار بخاری شریف پڑھی۔ یہ اپنی قوم کے مقدمات بھی آپ کے پاس لاتا تھا۔ حافظ صاحب نے آپ سے حدیث اور اصول حدیث میں بہت کچھ سیکھا۔

(۸) مولانا عبدالجبار نا گپوری

مولانا عبدالجبار نا گپوری قرآن‘ حدیث اور تفسیر کے بڑے ماہر تھے۔ فصیح و بلیغ انداز میں آیات قرآنی کے مطالب اور عقدے حل کرتے تھے۔ حافظ صاحب نے

تفسیر قرآن اور حدیث کی دو ایک کتب سنن ابن ماجہ وغیرہ آپ سے پڑھیں۔ استاد محترم بھی حافظ صاحب کی عظمت کے قائل تھے۔

(۹) مولانا محمد مظہر نانوتوی

آپ کا علوم عقلیہ ونقلیہ میں اونچا پایہ تھا۔ حضرت حافظ عبدالمنان صاحب نے ان دونوں علوم میں آپ سے بھی ممکنہ استفادہ کیا۔

(۱۰) مولانا حکیم محمد احسن بھوپالوی

آپ حدیث کے بہترین استاد تھے۔ آپ کا انداز تدریس خوب تھا۔ طلبہ کو مطمئن کر دیتے تھے۔ حافظ صاحب نے آپ سے جامع ترمذی' سنن ابی داؤد' سنن نسائی اور سنن دارمی پڑھیں۔

(۱۱) شیخ الکل سید نذیر حسین محدّث دہلوی (۱۲۲۰۔۱۳۲۰ھ)

آپ کا تعلق صوبہ بہار کے قصبہ سورج گڑھ سے تھا۔ ۱۸۰۵ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۰۲ء میں انتقال فرمایا۔ آپ تقریباً ۸۰ برس تک دہلی میں رہے۔ قریب قریب زندگی بھر درس حدیث دیتے رہے۔ آپ کی خدمت میں اکناف عالم سے تلامذہ آئے اور انہوں نے حدیث میں کمال حاصل کیا۔ حافظ صاحب نے آپ سے تفسیر جلالین' ہدایہ اور درس صحاح لیا۔ اور تکمیل کے بعد سند فراغت اور اجازہ حاصل کیا۔

برصغیر میں خاندان ولی اللّٰہی کے بعد جو حدیث کی خدمت واشاعت آپ نے فرمائی اس کی مثال نہیں ملتی۔ آپ علوم میں یگانہ تھے اخلاص اور ایثار میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کے تلامذہ میں بڑے بڑے نامور محدثین ہو گزرے ہیں' جن میں سید عبداللہ غزنوی' سید عبدالجبار غزنوی' استاد پنجاب حافظ عبدالمنان وزیر آبادی' حافظ عبداللہ غازی پوری' علامہ شمس الحق ڈیانوی' علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری' حضرت العلام مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی' مولانا محمد حسین بٹالوی' مولانا محمد سعید بنارسی' سید

امیر حسن محدّث سہسوانی رحمھم اللہ کے اسمائے گرامی پیش کیے جاسکتے ہیں۔

شیخ الکل سیّد نذیر حسین محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے درس حدیث میں اسلاف محدّثین کے اسلوب کو اختیار فرمایا۔ دین میں تقلید و جمود کو ناپسند جانا۔ اور تقلیدی مذاہب کی بجائے اتباع رسول پر زور دیا۔ گویا آپ نے محدّثین کرام رحمھم اللہ کے اسلوب تدریس کی طرح ڈالی۔ جو بہت پسند کی گئی۔ آگے آپ کے تلامذہ نے بھی یہی اسلوب و انداز اختیار فرمایا۔ آپ سب مذاہب کا تقابل کرنے کے بعد کسی تقلیدی مذہب کو ترجیح دینے کی بجائے اقرب الی الکتاب والسنۃ مسئلہ کو ترجیح دیتے تھے۔ آپ کی نگاہ میں ائمہ محدثین و فقہاء کا مقام بہت بلند تھا۔ آپ سب کا نہایت احترام کرتے تھے۔ اور بڑی عزت سے ان کا نام لیتے تھے۔ آپ ہر امام کو ''اِمَامُنَا'' (ہمارا امام) کہتے تھے۔ اور دلیل کی رو سے جس امام کے قول کو ترجیح ہوتی تھی اس کو ترجیح دیتے تھے۔ آپ تعصب اور تنگ نظری کو اچھا نہ جانتے تھے۔ اور جو لوگ آپ کے حلقۂ درس میں بیٹھے' انہوں نے بھی یہی انداز اختیار کیا۔ اگر جملہ طبقات یہی اسلوب اختیار کریں تو امت میں اختلافات کی خلیج کو کم کیا جاسکتا ہے۔ اور فی زمانہ اس کی بہت ضرورت بھی ہے۔

(۱۲) حضرت مولانا عبداللہ غزنوی (۱۲۳۰۔۱۲۹۸ھ)

آپ ۱۸۱۱ء میں قلعہ بہادر خیل غزنوی میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۸۷۹ء میں امرتسر میں وفات پائی۔ علم و تقویٰ میں آپ کا بہت بلند مقام تھا۔ بڑے بڑے علماء آپ کی خدمت میں حاضری دینے اور آپ کے سامنے زانوئے تلمذتہ کرنے کو باعث شرف و برکت جانتے تھے۔

محی السنۃ نواب صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

''آسمان اگر ہزار بار بھی گردش کرے تو مشکل ہے کہ اب ایسی جامع کمالات ہستی

معرض وجود میں آئے۔ وہ محدث بھی تھے اور اللہ سے ہمکلامی کا شرف بھی انہیں حاصل تھا۔"

حضرت استاد پنجاب تقریباً دو برس اپنے شیخ کی خدمت میں رہے۔ اور علم و عرفان کے موتیوں سے اپنے دامن کو خوب بھرا۔

ہمیں جن اساتذہ کرام کا علم ہوا ہم نے ان کا مختصر تعارف پیش کر دیا ہے۔ اگر زیادہ تلاش و تتبع کی جائے تو ہوسکتا ہے کسی اور استاد کا بھی علم ہو جائے۔ اگر کسی دوست کو حضرت استاد پنجاب کے کسی اور استاد کا علم ہو تو ہمیں آگاہ فرمائے' ہم آئندہ ایڈیشن میں اس کا ذکر کر دیں گے۔ ان شاء اللہ۔

اب خیال ہے کہ ذیل میں حضرت حافظ عبدالمنان محدث وزیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے قابل ذکر معاصرین اور تلامذہ کے بالاختصار حالات زندگی لکھ دیے جائیں' تاکہ کتاب "استاد پنجاب" کے قاری کو کسی قسم کی کوئی تشنگی نہ رہے۔

آپ کے معاصرین عظام رحمہم اللہ

معاصرین سے مراد وہ عظیم لوگ ہیں جنہوں نے حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ پایا۔ اور ان کے آپ سے کسی نہ کسی طرح کے مراسم رہے۔ یوں تو آپ کے معاصرین کی تعداد بہت زیادہ ہے مگر ہم ان میں سے دس ۱۰ شہرہ آفاق اور مرجع خلائق بزرگوں کا ذکر کر رہے ہیں۔ ان میں سے ہر شخص اپنی اپنی جگہ علم و فضل کا مینار تھا۔ ہم انکے سن وفات کی ترتیب سے ان کے حالات پیش کرتے ہیں۔

(۱) حضرت مولانا غلام رسول قلعوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۲۸۔۱۲۹۱ھ)

آپ کا علمی و روحانی پایہ بہت بلند تھا۔ بہترین واعظ اور صاحب طرز شاعر تھے۔ ۲۰ سال کی عمر میں تحصیل علوم کی تکمیل فرمائی۔ آپ پنجاب میں توحید و سنت کے دلپذیر وعظ کے بانی اور بڑے صاحب کرامت بزرگ تھے۔ آپ کی سوانح الگ بھی چھپ چکی ہے۔ آپ کی کچھ کرامات کا ذکر ''کرامات اہلحدیث'' میں بھی ہے۔ نہایت متقی' نہایت صالح' اور بہت عبادت گزار تھے۔

''نزھۃ الخواطر'' میں ہے کہ انگریز حکومت نے ان کے وعظ اور سفر پر پابندی لگا رکھی تھی۔

مولانا غلام رسول آف قلعہ میہاں سنگھ کو حضرت مولانا عبداللہ غزنوی سے گہری عقیدت تھی اور یہ اکثر ان کی خدمت میں جاتے رہتے تھے۔ ان کی استاد پنجاب حافظ عبدالمنان محدّث وزیر آبادی سے پہلی ملاقات امرتسر میں ہی ہوئی۔ پھر آہستہ

تعلقات میں اضافہ ہوتا گیا۔آپ نے وصیت کی تھی کہ میرے دونوں بیٹے عبدالعزیز اور عبدالقادر حضرت مولانا حافظ عبدالمنان محدّث وزیرآبادی سے قرآن وحدیث کی تعلیم حاصل کریں۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا۔ اور آپ کے دونوں بیٹے حضرت استاد پنجاب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پڑھ کر فاضل اجل بن گئے۔آپ نے ۶۳ برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔اور قلعہ میہاں سنگھ میں ہی مدفون ہوئے۔

آپ کے مشن اور کام کو آپ کی اولاد واحفاد نے جاری رکھا۔آپ کے گاؤں میں بڑی خوبصورت اور بارونق مسجد ہے۔مسجد اور مدرسہ کا انتظام مولانا حکیم سلیم اللہ خطیب جامع مسجد عیدگاہ اہلحدیث گوجرانوالہ کے چھوٹے بھائی مولانا حافظ حمید اللہ اعوان فرما رہے ہیں۔ (اللہ اس توحید وسنت کے مرکز کو قیامت تک آباد رکھے۔ آمین۔)

مولانا غلام رسول قلعوی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے آخری فرد جو اپنے جداعلیٰ کے طریقے پر ہیں وہ حافظ عزیز الرحمٰن ہیں جو آج کل دینی تعلیم کے حصول میں منہمک ہیں۔سب خاندان کی نگاہیں آپ پر لگی ہوئی ہیں۔موصوف میں شرافت' امانت' دیانت' ذہانت اور تقویٰ دکھائی دیتا ہے آپ میں اپنے آباء کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعلیٰ مقاصد میں کامیاب فرمائے۔آمین۔

(۲) مولانا سید شریف حسین دہلوی (۱۲۴۸۔۱۳۰۴ھ)

آپ حضرت المحترم شیخ الکل سید نذیر حسین محدّث دہلوی کے بیٹے تھے۔ حضرت حافظ عبدالمنان وزیرآبادی کے ہم درس تھے۔آپ نے حدیث کی سند اپنے والدگرامی کے علاوہ علامہ حسین بن محسن انصاری الیمانی اور سید نواب صدیق حسن خاں سے حاصل کی۔فراغت کے بعد اپنے والد محترم کے ساتھ اسی مدرسے میں درس و تدریس شروع کی۔آپ ہی فتویٰ نویسی فرماتے تھے۔روزانہ نماز مغرب کے بعد درس

قرآن دیتے تھے۔ بڑے عالی دماغ، نکتہ رس، فصیح البیان اور ماہر علوم عالیہ تھے۔ نیکی وشرافت میں اپنے والد محترم کی تصویر تھے۔

اپنے والد گرامی کی زندگی میں ہی ۵۳ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ آپ کا بہت بڑا جنازہ ہوا۔

(۳) نواب صدیق حسن خان بھوپالوی (۱۲۴۸۔۱۳۰۷ھ)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑا اعزوشرف عطا فرمایا۔ آپ کے والد سید اولاد حسن حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے مستفیض تھے۔ اور حضرت سید احمد شہید سے بیعت تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب ۳۳ واسطوں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ آپ نے سید احمد حسن عرشی، سید احمد علی فرخ آبادی، مولانا محمد مراد بخاری، مولانا محب اللہ پانی پتی، مفتی صدرالدین دہلوی وغیرھم سے علوم پڑھے۔ آپ کے اساتذہ حدیث شیخ عبدالحق بنارسی، شیخ حسین بن محسن انصاری الیمانی، شاہ محمد یعقوب دہلوی تھے۔ اللہ کا کرنا ہوا آپ کا قیام بھوپال کے دوران نواب شاہجہان بیگم صاحبہ سے نکاح ہوگیا۔ اس بناء پر آپ کو دین کی زیادہ خدمت کا موقع مل گیا۔ آپ نے بہت خطیر رقم خرچ کر کے حدیث کی کتابیں چھپوائیں۔ اور بڑی بڑی کتابیں مفت تقسیم فرمائیں۔ آپ نے تفسیر، حدیث، عقائد، فقہ، تردید تقلید، تاریخ، سیرت، مناقب، ادب، اخلاق، تصوف، سیاست اور تردید شیعیت پر کوئی ۲۲۲ کتابیں تصنیف کیں۔ جو بہت پسند کی گئیں۔ آپ کی کتب عربی/ فارسی میں زیادہ ہیں۔

(۴) مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی (۱۲۵۲۔۱۳۱۲ھ)

آپ مولانا حافظ محمد بن بارک اللہ کے صاحبزادہ ہیں۔ آپ جید عالم دین اور نہایت عابد و زاہد تھے۔ آپ کا شمار اصحاب کرامت اولیائے کرام میں ہوتا ہے۔ ۱۲۵۲ھ میں لکھو کے ضلع فیروز پور مشرقی پنجاب میں پیدا ہوئے۔ آٹھ برس کی عمر میں

قرآن مجید ختم کرلیا۔

دہلی جا کر مولانا بشیر الدین' مفتی صدر الدین سے اکتساب علوم کیا۔ اپنے والد گرامی حضرت مولانا حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ سے بہت استفادہ کیا۔ پھر حضرت مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں غزنی حاضر ہوئے۔ کسی نے حضرت غزنوی کی خدمت میں عرض کیا:

"پدرایں در پنجاب چراغ است"

(یعنی ان کے والد پنجاب میں ایک چراغ ہیں)

حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارتجالاً فرمایا:

"ایں انشاء اللہ آفتاب خواہد شد"

(یہ انشاء اللہ پنجاب کے آفتاب ہوں گے)

جب مولانا غزنوی رحمۃ اللہ علیہ امرتسر تشریف لے آئے تو مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمۃ اللہ علیہ بھی امرتسر آ گئے۔ ان کے امرتسر میں قیام کے دوران' حضرت حافظ عبدالمنان محدّث وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی ان سے ملاقات ہوئی۔ اور محدث وزیر آبادی نے ان سے کافی روحانی استفادہ کیا۔

(۵) مولانا شمس الحق ڈیانوی (۱۲۷۳۔۱۳۲۹ھ)

آپ کے والد گرامی کا نام امیر علی تھا۔ ۱۲۷۳ھ میں رمنہ میں پیدا ہوئے۔ ۵ برس کے تھے کہ آپ کے بزرگ ڈیانواں منتقل ہو گئے۔ آپ نے اجلہ علماء مولانا فضل اللہ لکھنوی' مولانا بشیر الدین قنوجی' مولانا سید نذیر حسین محدّث دہلوی اور شیخ حسین بن محسن انصاری رحمہم اللہ سے اکتساب علوم فرمایا۔ علاوہ ازیں ۱۳۱۱ھ میں علمائے حجاز سے حدیث کی سند و اجازت لی۔

تحصیل علوم کے بعد آپ نے اپنے گاؤں ڈیانواں (بھارت) میں ایک

درسگاہ ''جامعہ ازھر'' کی بنیاد رکھی۔اس درسگاہ سے بہت لوگوں نے فائدہ اٹھایا۔ آپ کے تلامذہ میں سے مولانا احمد اللہ پرتاپ گڑھی' مولانا ابوسعید شرف الدین' مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی' مولانا عبدالحمید سوہدروی' مولانا فضل اللہ مدراسی' مولانا اشرف الحق ڈیانوی' مولانا حکیم محمد ادریس ڈیانوی رحمھم اللہ نے علوم قرآن وحدیث میں بڑا نام پایا۔مولانا شرف الحق آپ کے برادر خورد اور مولانا ادریس آپ کے صاحبزادہ تھے۔

آپ نے حدیث کی بہترین خدمت سرانجام دی۔آپ کا علمی پایہ بہت بلند تھا۔بڑے بلند اخلاق تھے۔صاحب ''نزھۃ الخواطر'' آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

كَانَ حَلِيُماً مُتَوَاضِعًا كَرِيْمًا عَفِيْفًا صَاحِبُ صَلاحٍ وَ طَرِيْقَةُ ظَاهِرَةٌ مُحِبًّا لِاَهْلِ الْعِلْمِ.

(یعنی ''آپ بلند حوصلہ' متواضع' شریف' پاکباز' زیرک' اعلیٰ اطوار کے مالک اور اہل علم کے محبّ و جانثار تھے۔'')

بقول شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ علامہ ڈیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی پیشانی پر کبھی بل نہیں آیا۔بڑے بلند اخلاق' حلیم اور فرخندہ رو تھے۔

آپ نے مختلف علمی موضوعات پر ۳۱ کتب لکھیں۔صرف حدیث نبوی پر ۱۱ کتب تصنیف کیں جو سب کی سب عربی میں ہیں۔اور دبستان علم و ادب میں ایک شاہکار کی حیثیت رکھتی ہیں۔

آپ کی استاد پنجاب حضرت مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیرآبادی سے خط وکتابت تھی۔حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عون المعبود علی سنن ابی داؤد کی جلد چہارم پر ایک شاندار تقریظ لکھی تھی جو ۱۳۲۳ھ میں شائع ہوئی۔یہ تقریظ پڑھنے کے قابل ہے۔

(۶) مولانا سیّد عبدالجبار غزنوی (۱۲۶۸۔۱۳۳۱ھ)

آپ غزنی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے دینی و روحانی تعلیم اپنے بھائی مولانا محمد غزنوی اور مولانا احمد غزنوی اور اپنے والد حضرت المحترم مولانا عبداللہ غزنوی سے حاصل کی۔ البتہ علوم حدیث کی تحصیل و تکمیل حضرت شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی سے کی۔ آپ کا علمی و روحانی پایہ بہت بلند تھا۔ عوام و خوص میں آپ ''امام صاحب'' کے لقب سے مشہور تھے۔

آپ جن دنوں مدرسہ غزنویہ امرتسر میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے تھے انہیں دنوں حافظ عبدالمنان صاحب محدّث وزیرآبادی کے آپ سے تعلقات استوار ہو گئے پھر آخر تک قائم رہے۔ آپ کی مجلس وعظ و تذکیر میں بلا کی روحانیت ہوتی تھی۔

(۷) مولانا غلام حسن سیالکوٹی (۱۲۵۹ھ ۱۳۳۶ھ)

آپ کا پورا نام ابوعبداللہ غلام حسن ہے۔ بڑے صاحب مرتبہ بزرگ تھے۔ مولانا غلام مرتضیٰ سے اکتساب علم فرمایا۔ حدیث کی سند کتابۃً سید نواب صدیق حسن خان سے حاصل کی۔ آپ نے اردو عربی میں چند کتب و رسائل تصنیف کیے۔ یہ حافظ عبدالمنان محدّث وزیرآبادی کے سمدھی تھے۔

آپ کا حافظہ نہایت قوی تھا۔ علم کے بحر بے کراں تھے۔ آپ پر تصوف کا غلبہ تھا۔ بڑے صاحب جلال و جبروت تھے۔ علامہ اقبالؒ ان سے فیض یاب ہوئے تھے۔

(۸) مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری (۱۲۶۰۔۱۳۳۷ھ)

آپ کا مولد قصبہ موضع اعظم گڑھ تھا۔ والد کا اسم گرامی شیخ عبدالرحیم تھا جو تحریک آزادی میں غازی پور منتقل ہو گئے۔ آپ بڑے ہونہار تھے۔ بارہ برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ آپ نے مولانا محمد قاسم' مولانا رحمت اللہ' مولانا فاروق'

مفتی محمد یوسف فرنگی محلی اور حضرت شیخ الکل سے اکتساب علم کیا۔ آپ نے شیخ عباس یمنی تلمیذ امام شوکانی سے بھی حدیث کی سند و اجازت لی۔ آپ سات سال مدرسہ چشمہ رحمت غازی پور میں تدریس فرماتے رہے۔ اور ۲۳ برس مدرسہ احمدیہ آرہ میں تدریس حدیث کی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اور ۵ برس دہلی مسجد حوض والی میں درس قرآن ارشاد فرماتے رہے۔

آپ علم و تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کا شمار چوٹی کے علماء میں ہوتا ہے۔

آپ نے لکھنؤ میں انتقال فرمایا اور عیش باغ کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ اللہ آپ کی لحد پر شبنم افشانی فرمائے۔ آمین

(۹) مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی (۱۲۷۰۔۱۳۳۸ھ)

آپ رحیم آباد (بہار) میں پیدا ہوئے۔ تیرہ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا اور متعدد عربی فارسی کتب میں دسترس حاصل کر لی۔ ۲۱ برس کی عمر میں درس نظامی کی تکمیل کی۔ اس کے بعد ۳ برس حضرت شیخ الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حدیث اور اصول حدیث میں کمال حاصل کیا۔ اس وقت آپ کے درس کے ساتھ مولانا عبدالحق حقانی' صاحب تفسیر حقانی بھی تھے۔ آپ علم میں راسخ' تقریر میں منفرد اور تحریر میں بلند پایہ رکھتے تھے۔ آپ کو فن مناظرہ میں بھی کمال حاصل تھا۔ آپ نے زندگی میں بہت مناظرے کیے۔ مولانا عبدالحق حقانی حنفی المذہب تھے' ۱۳۰۵ھ میں مولانا حقانی سے تقلید شخصی پر مناظرہ ہوا۔ جس میں حضرت مولانا رحیم آبادی کو نمایاں کامیابی ہوئی۔ ہزاروں افراد نے مسلک اہلحدیث قبول کیا۔ اپنے عہد میں آپ امام المناظرین کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ کی کتب سے آپ کی علمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ علامہ شبلی نعمانی کی کتاب ''سیرۃ النعمان'' کا آپ نے

''حسن البیان'' کے نام سے جواب لکھا جو پڑھنے کے قابل ہے۔اس کتاب کا جواب لکھنا تو رہا الگ شبلی مرحوم نے اس کے بعد قلم کا رخ ہی موڑ لیا۔علامہ رحیم آبادی کی اس کتاب لاجواب کا جواب آج تک نہیں لکھا گیا۔

آپ نے علمائے صادق پور کی تحریک جہاد میں حصہ لیا۔بلکہ آپ جہاد کی تحریک کے روح رواں تھے۔

(۱۰)مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی (۱۲۶۵۔۱۳۴۸ھ)

مولانا غلام نبی الربانی بن حافظ محبوب عالم بن حافظ غلام حسین رحمۃ اللہ علیہ بلند پایہ عالم اور عظیم روحانی بزرگ تھے۔آپ کے اساتذہ کرام میں مولوی قادر بخش' شیخ عبدالباقی جلالپوری' مولانا غلام مرتضیٰ سیالکوٹی' مولانا حافظ محمد لکھوی' شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین اور حضرت مولانا عبداللہ غزنوی رحمھم اللہ سے اکتساب علم وفضل کیا۔آپ نے سوہدرہ کو اپنی تبلیغی مساعی کا مرکز بنایا آپ کی دعوت وتبلیغ سے متأثر ہو کر سوہدرہ کی ککے زئی برادری اور پورا گاؤں تلواڑہ حامل توحید وسنت ہو گیا۔بیلہ اور کانبانوالہ کے بھی چند لوگ آپ سے عقیدت رکھتے تھے۔آپ کے ہونہار اور چھوٹے بیٹے مولانا عبدالحمید سوہدروی حضرت استاد پنجاب کے شاگرد اور داماد تھے۔حضرت استاد پنجاب اور حضرت مولانا غلام نبی الربانی کے مخلصانہ گہرے مراسم تھے۔[1] یہ دونوں ایک دوسرے کے پاس آتے جاتے رہتے تھے۔

(۱) حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے تعارف کے لیے کتاب ''تذکرہ بزرگان علوی سوہدرہ'' کا مطالعہ فرمائیے۔اس میں تاریخ سوہدرہ کا بھی بیان ہے۔(فاروقی)

آپ کے چند تلامذۂ ذی شان

آپ کے تلامذہ کی یوں تو بہت طویل فہرست ہے ان میں جو اسماء حضرت مؤلف کو دستیاب ہو سکے وہ ''استاد پنجاب'' جلد اول میں درج کر دیئے ہیں۔ لیکن ان میں جن تلامذہ کے تفصیلی حالات معلوم ہو سکے وہ ہم بطور تعارف یہاں دے رہے ہیں۔

چند شہرۂ آفاق تلامذہ

آپ کے شہرۂ آفاق تلامذہ کا مختصر تعارف پیش کیا جا رہا ہے جسے ہم نہایت اختصار سے احاطہ تحریر میں لا رہے ہیں۔ اگر ان کے حالات تفصیل سے لکھے جائیں تو ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔ ویسے بھی موضوع کتاب کے لحاظ سے اختصار ہی مناسب ہے۔

(۱) مولانا ثناء اللہ امرتسری (۱۲۸۷۔۱۳۶۸ھ)

آپ جامع معقول و منقول، منفرد مناظر، بہترین مقرر، محقق، صحافی اور مصنف تھے۔ بڑے عالی ظرف، بلند حوصلہ اور متحمل مزاج تھے۔ آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کو چاروں شانے چت لٹا دیا۔ قوم کی طرف سے آپ کو شیر اسلام اور فاتح قادیان اور امام المناظرین ایسے عظیم خطابات ملے۔

آپ نے ۱۳۰۷ھ میں استاد پنجاب حافظ عبدالمنان محدّث وزیر آبادی سے درسی کتب پڑھ کر سند حاصل کی۔ اس وقت آپ کی عمر تقریباً ۲۰ برس تھی۔ بعد ازاں دہلی جا کر شیخ الکل سید نذیر حسین محدّث دہلوی سے حدیث کی سند و اجازت لی۔ اس کے بعد سہارنپور، دیوبند، کانپور کے مدارس سے اکتساب فیضان کیا۔

آپ ندوۃ العلماء کے بانیوں میں سے تھے۔ فراغت کے بعد امرتسر تشریف

لے آئے۔ اور مدرسہ تائید الاسلام میں سلسلہ تدریس شروع کیا۔ پھر مدرسہ مالیر کوٹلہ (Maleer Kotla) میں تدریس کے لیے تشریف لے گئے۔

آپ نے عیسائیت' آریہ ازم اور قادیانیت کا ہر محاذ پر بھرپور مقابلہ کیا اور انہیں ناکوں چنے چبوا دیے۔ آپ کے ۳ جرائد اور تقریباً ۰ ۷ کتب ہیں جن کے ذریعے آپ نے اسلام کی بیش از بیش خدمت کی۔ جو رہتی دنیا تک یاد رہے گی۔ [1]

(۲) مولانا حافظ عبدالحکیم سوہدروی (۱۲۹۰۔۱۳۲۰ھ)

مولانا حافظ عبدالحکیم سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بیٹے تھے۔ آپ نے چھوٹی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ درسی کتابیں اپنے والد گرامی سے پڑھیں۔ اور حدیث کی تکمیل و تحصیل حضرت استاد پنجاب حافظ عبدالمنان محدّث وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔

تعلیم سے فارغ ہو کر سوہدرہ اور حوالئے سوہدرہ میں توحید و سنت کی نشر و اشاعت شروع کی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ سوہدرہ کے قریب اپنی زرعی زمین کی نگہداشت کرتے رہے۔ ماشاء اللہ اچھا گزارا ہو رہا تھا۔

آپ بہت عالی دماغ' بلند حوصلہ' خلیق اور ملنسار تھے۔ علوم عالیہ و آلیہ پر عبور تھا۔ اپنے والد گرامی کا سہارا تھے۔ لیکن جوانی میں داغ مفارقت دے گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ کے والد گرامی نے اپنے ہاتھوں سے جواں سال بیٹے کو لحد میں اتارا اور تاریخ وفات لکھی۔

---

(۱) یہ اور اس طرح کی تفصیلات آپ کی تبلیغی مساعی اور مجاہدانہ و مناظرانہ سرگرمیوں کے لیے آپ کے سوانح حیات پر جامع کتاب ''سیرت ثنائی'' کا مطالعہ فرمایئے اپنے موضوع پر بہترین کتاب ہے۔ نئی چھپ چکی ہے۔ (فاروقی)

گشت تاریخ وفات عبدالحکیم از حق پدید
حرف باشدؔ بگوازؔ حافظ قرآن مجید

۱۳۲۰ھ

(۴) مولانا عبدالحمید سوہدروی (۱۳۰۰ـ۱۳۳۰)

آپ حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے صاجزادے تھے۔ مولانا حافظ عبدالحکیم سے دس برس چھوٹے مگر علم وفضل اور تقویٰ میں وحید العصر تھے۔

ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کرنے کے بعد حضرت استاد پنجاب محدّث وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور علوم حدیث کی سند حاصل کی۔ حضرت محدّث وزیر آبادی نے آپ کی لیاقت وحذاقت کو دیکھ کر آپ کو اپنی دامادی میں لے لیا۔ وزیر آباد سے تکمیل کے بعد آپ حضرت شیخ الکل محدّث دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور سند واجازت لی۔ پھر حضرت مولانا شمس الحق محدّث ڈیانوی اور اس کے بعد علامہ حسین بن محسن انصاری الیمانی کی خدمت میں حاضر ہوکر حدیث کی سند و اجازت لی۔ اور تکمیل کے بعد اپنے قصبہ سوہدرہ میں ''مدرسہ حمیدیہ'' قائم کیا۔ آپ سے بہت افراد نے اکتساب علم کیا۔ مولوی ہدایت اللہ اور مولوی امام خاں نوشہروی، مشہور صاحب تصانیف بزرگ آپ ہی کے شاگرد تھے۔ وعظ بڑا پرتاثیر ہوتا تھا۔ آپ کے وعظ سے متاثر ہوکر پورا گاؤں تلواڑہ اور سوہدرہ کے بہت سے لوگوں نے مسلک توحید وسنت اختیار کرلیا۔ ککے زئی قوم کے عقائد و رسومات کی اصلاح میں آپ کا بہت حصہ ہے۔ اصلاح رسومات کا کتاب ''تاریخ ککے زئی'' میں ذکر ہے۔

آپ نے ''عمدۃ الاحکام'' کی شرح بنام ''زبدۃ المرام'' لکھی۔ آپ اپنے برادر

کبیر کی طرح تیس برس کی عمر میں قضائے الٰہی سے انتقال کر گئے۔[1] وحشت کلکتوی نے آپ کی وفات پر قطعہ لکھا جس کا ایک شعر یہ ہے ؎

جہاں ماتم' عبدالحمید گشتہ سیاہ
شکستہ شد کمر مولوی غلام نبی

(۴) مولانا فقیر اللہ مدراسی (م ۱۳۴۵ھ)

آپ کا تعلق کھٹہ مصرال ضلع خوشاب سے تھا۔ والد کا نام شیخ فتح الدین شاہ پوری ہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے بڑے بھائی مولانا محمد رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ ان کے چھوٹے بھائی غلام محمد بھی حضرت محدث وزیر آبادی کے شاگرد تھے۔ یہ تقریباً پورا گھرانہ ہی علماء کا تھا۔

مولانا محمد رحمۃ اللہ علیہ کا علمی پایہ بہت اونچا تھا۔ مولانا فقیر اللہ نے استاد پنجاب حضرت محدث وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ علامہ حسین بن محسن انصاری اور حضرت شیخ الکل رحمہما اللہ سے حدیث کی تحصیل و تکمیل کی۔ فراغت کے بعد آپ کچھ عرصہ بنگلور تشریف لے گئے اور مدرسہ ''نصرۃ العلوم'' کی بنیاد رکھی۔ بعد ازاں وہاں آپ مدراس چلے گئے۔ اور بقیہ زندگی مدراس میں گزاری۔ وہاں آپ نے مدرسہ ''احیاء العلوم'' کی بنیاد رکھی۔ غرض جہاں تشریف لے گئے علم کے چشمے جاری فرماتے گئے۔ آپ پر جوش مبلغ اور مجاہدین کے خاص معاون تھے۔ مولانا حافظ محمد محدث گوندلوی اور مولانا نجم الدین پروفیسر اورینٹل کالج آپ کے داماد تھے۔ آپ کے ۳ بیٹے تھے' حافظ عبداللہ' حافظ احمد سعید اور مولانا عطاء اللہ سلفی۔

آپ نے ۱۹۲۳ء کو انتقال فرمایا۔ اور بنگلور میں مدفون ہوئے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ۔

---

(۱) اس خاندان کے حالات زندگی کے لیے ''تذکرہ بزرگان علوی سوہدرہ'' کا مطالعہ فرمائیں۔ (فاروقی)

(۵) مولانا عبدالرحمٰن شاہ پوری (......م ۱۳۴۵ھ)

مولانا عبدالرحمٰن شاہ پوری' مولانا فقیر اللہ مدراسی کے چھوٹے بھائی تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے بزرگ بھائی مولانا محمد سے حاصل کی۔اس کے بعد متعدد علماء سے مروّجہ علوم پڑھے اور تحصیل حدیث حضرت شیخ الکل رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔

فراغت کے بعد مدرسہ ''علی جان'' دہلی میں تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔اور مدرسہ میں ۴۰ برس تک علم وعرفان کے لؤلؤ ولالہ بکھیرے۔

کچھ عرصہ مدرسہ صدر دہلی بازار میں بھی پڑھایا۔آپ کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔مولانا عبدالعزیز میمن بھی آپ ہی کے شاگرد تھے۔اللہ آپ کی مساعی کو قبول فرمائے۔آمین۔

(۶) مولانا محمد علی لکھوی (۱۳۰۷ھ م ۱۳۹۳ھ)

آپ کے والد محترم کا اسم گرامی مولانا عبدالرحمٰن لکھوی ہے۔آپ لکھو کے ضلع فیروزپور میں پیدا ہوئے۔علوم اسلامیہ کی تکمیل مدرسہ محمدیہ لکھوکے سے کی۔اور حدیث کی سند واجازت حضرت استاد پنجاب محدث وزیر آبادی سے لی۔فراغت کے بعد مدرسہ محمدیہ لکھوکے میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ بعد ازاں مدینہ منورہ چلے گئے۔اور کئی برس تک مسجد نبوی میں درس حدیث دیتے رہے۔وہاں آپ نے دوسری شادی کر لی۔

مولانا محمد علی لکھوی تبحر عالم پرتاثیر مقرر اور بہترین مدرس تھے۔علم وتقویٰ میں ممتاز تھے۔آپ کا شمار بلند پایہ اور صاحب کرامت بزرگوں میں ہوتا ہے۔

آپ کی اولاد میں مولانا محی الدین لکھوی اور مولانا معین الدین لکھوی مشہور بزرگ ہیں۔مولانا محی الدین کا روحانی پایہ اور مولانا معین الدین کا سیاسی پایہ کافی بلند سمجھا جاتا ہے۔اول الذکر وفات پا چکے ہیں۔مولانا معین الدین لکھوی ذاکر وشاکر

اور مستجاب الدعوات بزرگ ہیں۔

مولانا محمد علی لکھوی نے مدینہ منورہ میں انتقال کیا۔ اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ اللہ آپ کے درجات بلند کرے۔ آمین

(۷) مولانا ابو القاسم سیف بنارسی (۱۳۰۷۔۱۳۶۸ھ)

آپ مولانا محمد سعید بنارسی کے صاحبزادے تھے۔ آپ کا تعلق کنجاہ ضلع گجرات سے تھا۔ آپ کے والد پہلے سکھ تھے۔ ان کا نام مول سنگھ تھا۔ بڑے عالم اور مناظر بنے۔ اور دنیا میں نام پیدا کیا۔ انہوں نے مولانا حافظ عبداللہ محدث غازی پوری اور حضرت شیخ الکل محدث دہلوی سے علم سیکھا۔

مولانا ابو القاسم نے ۷ سال کی عمر میں ناظرہ قرآن مجید ختم کیا۔ آپ نے مختلف علماء سے اکتساب علم کیا۔ حضرت استاد پنجاب' حضرت شیخ حسین بن محسن انصاری اور حضرت شیخ الکل سے حدیث کی سند و اجازت لی۔ ۱۶ برس کی عمر میں تعلیم سے فراغت پائی۔ اور فراغت کے بعد اپنے آبائی مدرسہ سعیدیہ بنارس میں صحیح مسلم اور صحیح بخاری پڑھانے لگے۔ آپ نے اپنی زندگی میں ۴۰ مرتبہ صحیحین کا درس دیا۔

۱۳۲۹ھ میں ایک رسالہ "السعید" جاری کیا۔ جو ایک سال جاری رہا۔

آپ کامیاب مبلغ اور مناظر تھے۔ بہت فعال اور سرگرم کارکن تھے۔ آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کے سفیر تھے۔ حدیث نبوی پر بلا کا عبور تھا۔ آپ نے ۱۱ کتب تصنیف کیں۔ جو سب کی سب اپنے موضوع پر بہترین ہیں۔

(۸) مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (۱۳۱۱۔۱۳۷۵ھ)

آپ سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام سیٹھ غلام قادر تھا۔ ابتدائی تعلیم کا آغاز قرآن مجید سے ہوا۔ آپ میٹرک کرنے کے بعد مرے کالج میں داخل ہو گئے۔ علامہ اقبال آپ کے کلاس فیلو تھے۔ دونوں مولانا میر حسن رحمۃ اللہ علیہ

کے شاگرد تھے۔

مولانا حافظ محمد ابراہیم میر نے اپنی دینی تعلیم کا آغاز مولانا غلام حسن سیالکوٹی سے کیا۔ مولانا غلام حسن رحمۃ اللہ علیہ' حضرت استاد پنجاب محدث وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے سمدھی تھے۔ حضرۃ العلام حافظ محمد ابراہیم میر رحمۃ اللہ علیہ نے باقاعدہ تعلیم دارالحدیث وزیر آباد میں حاصل کی۔ آپ نے تکمیل علوم کے بعد والدہ محترمہ کے ایماء پر ماہ رمضان المبارک میں صرف ایک ماہ میں قرآن مجید حفظ کیا۔ حافظہ کا یہ عالم تھا جو پارہ دن کو حفظ کرتے وہ رات کو تراویح میں سنا دیتے۔ پھر آپ حضرت شیخ الکل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دہلی پہنچے۔ اور ان سے حدیث کی اجازت و سند لی۔ آپ حضرت شیخ الکل رحمۃ اللہ علیہ کے آخری دور کے تلمیذ ہیں۔

فراغت کے بعد آپ نے ''دارالحدیث'' قائم کیا جو آپ کی مصروفیت کی وجہ سے جاری ہوتا رہا اور بند ہوتا رہا۔ آپ نے تبلیغ اسلام کے لیے رسالہ ''الہدیٰ'' جاری کیا جو بند ہو گیا۔ پھر دوبارہ جاری ہوا۔

آپ نے جماعت کو فعّال اور منضبط کرنے کے لیے بڑے اچھے اقدامات کیے۔ جن کے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوئے۔

آپ نے ملکی سیاست میں بھی حصہ لیا۔ مسلم لیگ سے وابستگی رہی۔ آپ اجلاس الٰہ آباد اور اجلاس لاہور میں شریک ہوئے۔

آپ جمعیت علمائے اسلام کے نائب صدر تھے۔ آپ بہترین مقرر' منفرد عالم' اعلیٰ مدرس اور نہایت اچھے منتظم تھے۔ فن مناظرہ میں بڑا اونچا پایہ رکھتے تھے۔ آپ نے سو (۱۰۰) کے قریب چھوٹی بڑی کتابیں لکھیں اور تقریباً ہر موضوع پر لکھیں۔ آپ کا شمار مفسرین قرآن میں ہوتا ہے۔

آپ نے سیالکوٹ میں ۱۲۔ جنوری ۱۹۵۶ء میں وفات پائی۔ حضرت مولانا

حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

(۹) مولانا محمد اسماعیل سلفی (۱۳۱۵۔۱۳۷۸ھ)

آپ قصبہ ڈھونیکی نزد وزیر آباد میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام حکیم محمد ابراہیم تھا' استاد پنجاب حضرت محدث وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا نام محمد اسماعیل رکھا۔

آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم مولوی عبدالستار بن حافظ عبدالمنان صاحب محدث وزیر آبادی سے حاصل کی۔ پھر جملہ علوم اسلامیہ کی تکمیل حضرت محدث وزیر آبادی سے کی۔اور مزید تعلیم کے لیے دہلی جا کر مولانا عبدالجبار عمر پوری سے استفادہ کیا۔پھر دہلی سے امرتسر تشریف لا کر مولانا عبدالغفور غزنوی' مولانا عبدالرحیم غزنوی' اور مفتی محمد حسین امرتسری رحمھم اللہ سے استفادہ کیا۔علم طب مولوی حکیم محمد عالم امرتسری سے پڑھا۔علاوہ ازیں آپ نے تفسیر قرآن میں مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری اور مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی سے استفادہ کیا۔ ۱۳۳۹ھ بمطابق ۱۹۲۱ء میں گوجرانوالہ میں سکونت اختیار کی۔اور مسجد اہلحدیث حاجی پورہ کے خطیب مقرر ہوئے۔اسی اثناء میں ''جامعہ محمدیہ'' کے نام سے درسگاہ قائم کی۔ پھر ۶ ماہ بعد چوک نیائیں جامع مسجد اہلحدیث میں مولانا علاء الدین کی وفات کے بعد منتقل ہو گئے اور تا زیست وہیں توحید و سنت کے زمزمے بلند کرتے رہے۔

مولانا اسماعیل سلفی کا علمی وادبی پایہ بہت بلند تھا۔خدمت قرآن وحدیث و اشاعت اسلام میں بہت آگے تھے۔کبھی درس قرآن کا ناغہ نہیں فرمایا۔آپ نے شہر گوجرانوالہ میں مساجد کا جال بچھا دیا۔ اور یہ آپ کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔تقریر و خطابت کے شہسوار تھے۔دریا کو کوزے میں بند کر دیتے تھے۔

۱۹۵۳ء میں قادیانی تحریک میں چند ماہ جیل میں رہے۔

مرکزی جمعیت اہلحدیث کے ناظم اعلیٰ پھر ۱۹۶۳ء میں امیر ہوئے۔ آپ نے جماعت کو خوب منظم کیا۔ آپ سیالکوٹ میں حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی کے کلاس فیلو بھی رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے جو دونوں میں دوستی آخر تک قائم رہی۔

آپ بڑے باکمال مصنف تھے۔ چھوٹی بڑی ۱۳ کتب تصنیف فرمائیں۔ ۷۳ برس عمر پا کر ۱۹۶۸ء میں انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور گوجرانوالہ قبرستان کلاں میں دفن ہوئے۔ اللہ آپ کی خدمات کو شرف قبول عطا فرمائے آمین۔

(۱۰) مولانا حافظ محمد گوندلوی (۱۳۱۵۔۱۴۰۵ھ)

مولانا حافظ محمد بن میاں فضل دین جنوری ۱۸۷۸ء گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ پانچ برس کے تھے کہ تعلیم قرآن کریم کا آغاز ہوا۔ حفظ قرآن کے بعد آپ دینی تعلیم کے لیے امرتسر مدرسہ تقویۃ الاسلام میں داخل ہو گئے۔ وہاں آپ نے غزنوی علماء سے بہت استفادہ کیا۔ بعدازاں حدیث کی تکمیل کے لیے حضرت استاد پنجاب محدث وزیرآبادی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور حدیث کی سند واجازت لی۔ طب کی تعلیم مسیح الملک حکیم حافظ محمد اجمل خاں سے حاصل کی۔ فراغت کے بعد آپ نے گوندلانوالہ (ضلع گوجرانوالہ) تشریف لا کر درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ اور ساتھ کچھ مطب کا کام بھی شروع کیا۔ آپ نے گوندلانوالہ کے علاوہ جامعہ اسلامیہ و جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ، جامعہ دارالسلام عمرآباد (مدراس)، جامعہ سلفیہ فیصل آباد، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ آپ کا بیان علم وعرفان کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہوتا تھا۔ آپ نے تقریباً ۷۰ برس تدریس فرمائی۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔

آپ مرکزی جمعیت کے امیر بھی رہے۔ آپ کے بیان میں دھیما پن ہوتا تھا جس میں تکلف وتصنع نام کی کوئی چیز نہ ہوتی تھی۔ آپ نے کافی کتب مرتب کیں۔

آپ کی عربی/ اردو تصانیف کی تعداد کوئی ۱۵ تک پہنچتی ہے۔ جو سب کی سب عالمانہ ہیں آپ نے ماہ رمضان المبارک میں تقریباً ۹۰ برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور قبرستان کلاں گوجرانوالہ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ اللہ آپ کے مدارج بلند فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

(۱۱) مولانا میاں محمد باقر (۱۳۰۷۔۱۳۹۷ھ)

حضرت مولانا میاں محمد باقر صاحب کا شمار اہل اللہ میں ہوتا ہے۔ آپ کا علمی اور روحانی پایہ بہت بلند ہے۔ آپ صاحب کرامت بزرگ ہوئے ہیں۔ آپ کی بہت سی کرامات زبان زد خاص و عام ہیں۔ کیا آپ کی یہ کرامات کم ہیں کہ آپ نے اپنے پسماندہ علاقہ جھوک دادوطور کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرایا؟ اور وہاں طالبات کا مدرسہ قائم فرمایا؟ آپ کے مدرسہ سے فارغ ہونے والی ہزاروں طالبات ملک اور بیرون ملک میں علمی و دینی فیض بانٹ رہی ہیں۔ آپ کا قائم کردہ مدرسہ ابھی تک قائم ہے اور برابر تشنگان علوم کو سیراب کر رہا ہے۔ اس جامعہ کا شمار ملک کے بہترین مدارس میں ہوتا ہے۔

آپ نے علوم کی تکمیل کے لیے دارالحدیث وزیرآباد میں داخلہ لیا اور باقاعدہ استاد پنجاب حضرت مولانا عبدالمنان محدّث وزیرآبادی رحمۃ اللہ سے علوم پڑھے۔ اور آپ سے سند و اجازت لی۔ تکمیل کے بعد آپ نے اپنے گاؤں جھوک دادوطور میں جامعہ کی بنیاد رکھی۔ اور اپنی گاؤں کی مسجد میں زندگی کے آخری لمحات تک جمعہ و جماعت اور درس قرآن کی بے لوث خدمات سرانجام دیں۔

یہ حضرت مولانا میاں محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کا فیضان ہی ہے کہ جس کے اثرات آج بھی نظر آتے ہیں۔ اکثریت نمازی، متشرع اور باریش ہے۔ یہی حال خواتین کا

ہے وہ پوری طرح نماز کی پابند ہیں۔علاوہ ازیں گرما ہو یا سرما جب بھی وہ گھر سے نکلتی ہیں تو پردے میں نکلتی ہیں۔وہ کھیتوں میں کام کر رہی ہوں یا چارہ کاٹ رہی ہوں بہر صورت پردے میں دکھائی دیتی ہیں۔دین اور شریعت کا یہ اثر آس پاس کے دیہاتوں میں بھی نظر آتا ہے۔جسے دیکھ کر دورِ اسلاف کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

آپ نے ۱۳۹۷ھ بمطابق ۱۹۷۷ء میں انتقال فرمایا اور جھوک دادو کے قبرستان میں دفن ہوئے۔نزدیک و دور کے بے شمار لوگ آپ کے جنازے میں شریک ہوئے۔اللہ کا شکر ہے آپ کے بعد آپ کا مشن جاری ہے۔ آپ کے بیٹے اور پوتے جامعہ اور دیگر کام اسی طرح کر رہے ہیں۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا صوفی محمد باقر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس چشمہ فیض کو تا نورِ نیرین جاری رکھے۔آمین

آپ کا خاندان

مولوی عبدالقادر صاحب

استاد پنجاب حضرت حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی نے زندگی میں تین شادیاں کیں۔ دو بیویوں سے اولاد ہوئی مگر ایک بیوی سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ سب سے پہلی شادی چوہدری محکم دین بمبانوالہ ضلع سیالکوٹ کی ہمشیرہ سے ہوئی۔ چوہدری صاحب کی ہمشیرہ بیوہ تھیں۔ اور پہلے خاوند سے ان کا ایک بیٹا عبدالقادر بھی موجود تھا۔ جس کی تربیت و تعلیم کا سارا بندوبست حضرت حافظ صاحب کے گھر پر ہی ہوا۔ عبدالقادر صاحب نے تحصیل علم دین کی تکمیل کر لی تو ان کی شادی کر دی گئی اور موصوف مع اہل وعیال جموں تشریف لے گئے۔

حافظ صاحب کا سوہدرہ سے تعلق

چوہدری محکم الدین کی ہمشیرہ سے حافظ صاحب کے گھر صرف ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ جس کی شادی موضع سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ کے مشہور عالم دین مولانا غلام نبی ربانی کے صاحبزادے مولانا عبدالحمید صاحب کے ساتھ کی گئی۔ حضرت حافظ صاحب کے ہونہار شاگرد تھے۔ آپ کے یہ داماد عین عالم شباب میں بعمر تیس سال ۱۹۰۷ء میں انتقال کر گئے۔ ان کی یادگار صرف ایک بیٹا تھا جس کا نام عبدالمجید تھا۔ یہی صاحبزادہ آگے چل کر مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی بنا اور ملک بھر میں مشہور ہوا۔ آپ کی شخصیت علمی وصحافتی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں۔ موصوف متعدد وقیع کتب کے مصنف اور صف اول کے خطیب تھے۔ استاد پنجاب حضرت مولانا حافظ عبدالمنانؒ

کی مختصر سوانح حیات بعنوان ''استاد پنجاب'' جو اولاً جنوری ۱۹۲۲ء میں طبع ہوئی۔ دوبارہ حضرت حافظ محمد یوسف علیہ الرحمۃ نے ۱۹۷۸ء میں طبع کروائی اور سہ بارہ اب بندہ نے زیور طباعت سے آراستہ کی ہے۔ یہ کتاب آپ ہی کی تالیف ہے۔ آپ نے یہ کتاب ۲۲ سال کی عمر میں طبع کروائی۔ زندگی کی انسٹھ بہاریں دیکھنے کے بعد ۶ نومبر ۵۹ء میں آپ نے انتقال فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَ ارْفَعْ دَرَجَاتَهٗ۔

آپ کی دوسری شادی

حضرت العلام مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیرآبادی علیہ الرحمۃ کی دوسری شادی وزیرآباد میں ہوئی۔ حضرت حافظ صاحب کی اس زوجہ محترمہ کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں عنایت فرمائیں۔ ان صاحبزادوں کے نام بالترتیب یہ ہیں:

(۱) صوفی حکیم عبدالجبار صاحب؛

(۲) صوفی ملک عبدالستار صاحب؛

(۳) صوفی محمد حسین صاحب؛

(۴) صوفی عبدالرشید صاحب؛

(۵) صوفی عبدالباسط صاحب

آپ کے بیٹے اور پوتے عموماً صوفی کے لقب سے مشہور ہوئے۔ معلوم نہیں انہیں یہ لقب کب ملا اور کیسے ملا؟ بہر حال ان کے کوائف جو ملک اور بیرون ملک سے دستیاب ہو سکے پیش کیے جاتے ہیں[1] پہلے آپ کے بیٹوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ بعد

(۱) اس سلسلے میں جناب حافظ عبدالوحید صاحب بن حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ اور جناب ڈاکٹر سلیم اقبال علوی نے کافی معلومات فراہم کیں۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔ اول الذکر ہیوسٹن امریکہ میں مقیم ہیں۔ اور ثانی الذکر لاہور میں قیام پذیر ہیں۔ اور دونوں کا حضرت حافظ عبدالمنان رحمہ اللہ سے خاندانی تعلق بھی ہے۔

ازاں آپ کی بیٹیوں کا ذکر کیا جائے گا۔

حضرت محدّث وزیرآبادی کے صاحبزادے

(۱) صوفی حکیم عبدالجبار صاحب

یہ حضرت محدّث وزیرآبادی علیہ الرحمہ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ آپ کو بھی اللہ تعالیٰ نے گوناں گوں صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ آپ کے بھی ایک ہی لختِ جگر تھے جن کا نام صوفی عبداللطیف تھا۔ جو بڑے لائق فائق اور عالی ظرف اور عالی دماغ تھے۔ تقریباً اٹھارہ (۱۸) برس سعودیہ میں مقیم رہے۔ آپ پٹرومین کے لیگل ایڈوائزر تھے۔ بعد ازاں آپ پاکستان تشریف لے آئے۔ آپ نے ۳۱ دسمبر ۱۹۸۸ء میں راولپنڈی میں انتقال فرمایا۔ آپ کو دلاور چیمہ تحصیل وزیرآباد حضرت مولانا محمد عثمان رحمہ اللہ کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ دلاور چیمہ کے حضرت موصوف اور ان کے صاحبزادہ مولانا محمد ابراہیم خلیل سے صوفی عبداللطیف صاحب مرحوم کی قرابتداری تھی۔ آپ جس قبرستان میں دفن ہوئے وہ گاؤں کی مرکزی اور سب سے بڑی مسجد یعنی جامع مسجد اہلحدیث کے متصل واقع ہے۔ یہ غالباً ۱۹۹۳ء کی بات ہے کہ بندہ مولانا محمد ابراہیم خلیل کے ہاں گیا ہوا تھا' مولانا موصوف بندہ (محمد ادریس فاروقی کے حقیقی پھوپھا ہیں) حسن اتفاق کہ صوفی عبداللطیف صاحب کی صاحبزادی ڈاکٹر سعادت صاحبہ بھی آئی ہوئی تھیں۔ یہ اپنے مرحوم والد کی قبر کو پختہ بنانے اور سجانے کے لیے آئی تھیں۔ چنانچہ بندہ جب پہنچا تو تعمیری کام مکمل ہوا چاہتا تھا' بندہ کو جب موصوف کی آمد کا سبب معلوم ہوا تو انہیں قبر کی بابت شرعی احکام بتائے' جس سے وہ کافی متاثر ہوئیں۔ اور مزید کام سے مستری و مزدور کو روک دیا۔ اور اپنے کیے پر انہیں افسوس ہونے لگا۔ بیچاری ڈاکٹر صاحب کو پتہ ہی نہیں تھا کہ یہ گناہ کا کام ہے اور اس کا مرحوم کو کوئی فائدہ پہنچتا بھی ہے یا نہیں۔ جس سے بندہ کو حیرت بھی ہوئی اور افسوس بھی

ہوا۔ لیکن اس بات کی خوشی ہوئی کہ موصوفہ احکام قرآن وحدیث سن کر بہت متاثر اور آبدیدہ ہوئیں۔

صوفی عبداللطیف صاحب مجلّی طبیعت رکھتے تھے۔ مشہور ہے کہ آپ کی وفات سے ایک سال قبل آپ کو خواب آیا جس میں اللہ کی طرف سے اشارہ ہوا کہ تمہاری زندگی کا صرف ایک سال باقی رہ گیا ہے۔ اپنے امور درست کرلو اور معاملات نمٹالو۔ چنانچہ ٹھیک ایک سال بعد آپ انتقال کر گئے۔ اناللہ۔

صوفی عبداللطیف صاحب کی ایک ہمشیرہ غلام فاطمہ بھی تھیں یعنی حضرت حافظ صاحب محدّث وزیرآبادی کی حقیقی پوتی۔ آپ نے اوائل ۱۹۹۳ء میں انتقال کیا۔ بہت نیک اور صالح خاتون تھیں۔ اللہ انہیں اور صوفی صاحب موصوف کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔ ان کے پانچ بیٹے ہیں۔ عبدالسلام انجینئر' ڈاکٹر سلیم اقبال علوی' طارق سلیمان علوی' خالد سیف علوی' زاہد محمود علوی۔ طارق سلیمان علوی آج کل الفیصلیہ الریاض میں آڈٹ مینجر ہیں۔ ڈاکٹر سلیم اقبال علوی نے پی ایچ ڈی کیا ہوا ہے۔ اور پروفیسر ہیں۔ یہ اپنے بھائیوں کے ساتھ کریم بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور میں مقیم ہیں۔ بہت دین پسند' علم دوست اور بلند اخلاق ہیں۔ ان کی اہلیہ محترمہ سعدیہ بھی تعلیم یافتہ اور بلند بخت خاتون ہیں۔ حضرت محدّث وزیرآبادی علیہ الرحمۃ کے خاندانی حالات فراہم کرنے میں موصوف کے ساتھ ان کی بیوی کا بھی حصہ ہے۔ ڈاکٹر سلیم اقبال علوی صاحب کی دو بیٹیاں ہیں' فوزیہ اور شیماء۔ فوزیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور میں سوشیالوجی کی لیکچرر ہیں۔ اور شیماء فوجی آرگنائزیشن میں الیکٹریکل انجینئر ہیں۔

صوفی عبداللطیف مرحوم کی ۲ بیٹیاں ہیں' ڈاکٹر سعادت اور ڈاکٹر انجم ڈاکٹر سعادت لندن میں مقیم ہیں۔ ان کے شوہر کا نام جنید تھا۔ جو چند سال ہوئے وفات پا

چکے ہیں۔ بہت لائق اور شریف النفس تھے۔ دوسری بیٹی ڈاکٹر انجم زوجہ سلیمان علوی ہیں۔ ڈاکٹر انجم کے ۳ بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ بیٹوں کے نام علی الترتیب یہ ہیں: عبدالرحمٰن ڈاکٹر' محمد عثمان انجینئر اور محمد عمر انجینئر۔ اوران کی ہمشیرہ مریم بھی ڈاکٹر ہیں۔ پہلے دونوں بھائی انگلینڈ میں مقیم ہیں۔

(۲) ملک عبدالستار صاحب

یہ حضرت حافظ صاحب کے دوسرے صاحبزادے ہیں۔ انہوں نے زیادہ عمر نہیں پائی۔ جوانی میں ہی وفات پا گئے۔ انا للہ۔ آپ بڑے ذہین و فطین اور بہت خوبیوں کے مالک تھے۔ علمی پایہ اچھا تھا۔ مولوی فاضل کیا ہوا تھا۔ دارالحدیث وزیر آباد میں آپ بطور معلم خدمات سرانجام دیتے تھے۔ جن علماء نے آپ سے پڑھا ان میں ایک مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ بھی تھے۔ آپ کے پڑھانے کا انداز بہت اچھا تھا۔ طلبہ شوق کے ساتھ آپ سے پڑھتے تھے۔

آپ کے گھر ایک فرزند تولد ہوا۔ جس کا نام محمد زکریا تھا۔ حضرت حافظ صاحب کی اولاد میں یہ لوگ ملک کہلاتے تھے۔ یعنی اعوان ملک۔ ملک محمد زکریا صاحب بھی عرصہ ہوا وفات پا چکے ہیں۔ ملک زکریا صاحب کے ۳ بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ آپ کے ایک بیٹے کا نام نوشیرواں ملک ہے۔ ان کی بنک روڈ راولپنڈی میں ''ٹائم اینڈ کو'' کے نام سے گھڑیوں کی دوکان ہے۔ ان کے صاحبزادے کا نام اسد ملک اور صاحبزادی کا نام نوشین ملک ہے۔ دوسرے بیٹے کا نام عامر ملک ہے' یہ کینیڈا میں مقیم ہیں۔ ان کے ۳ بیٹے ہیں' عامر ملک' حسن ملک' اعظم ملک۔ ملک زکریا صاحب کے تیسرے بیٹے کا نام نجیب ملک ہے اور ان کے بیٹے کا نام نقیب ملک ہے' یہ بھی کینیڈا میں رہائش پذیر ہیں۔ ملک محمد زکریا مرحوم کی ایک بیٹی ڈاکٹر شہناز ملک امریکہ میں مقیم ہیں جن کے بیٹے کا نام ڈاکٹر عمر امتیاز ہے۔ ملک صاحب موصوف کی ساری اولاد

بحمد للہ خوش حال اور خوش خصال ہے۔

(۳) صوفی محمد حسین صاحب

یہ حضرت حافظ صاحب علیہ الرحمۃ کے تیسرے صاحبزادے ہیں۔ یہ بہت نڈر اور جوشیلے تھے۔ انہوں نے ایک انگریز کو قتل کر دیا تھا۔ انگریز اسلام کے خلاف ناروا بولتا اور حضور اکرم ﷺ کی شان میں ہرزہ سرائی کرتا تھا۔ یہ برداشت نہ کر سکے اور اس کا کام تمام کر دیا۔ بھلا اہلحدیث کا فرزند ہو اور کوئی اس کے سامنے اسلام و پیغمبر اسلام کے خلاف گھٹیا بولے؟ وہ کیسے برداشت کر سکتا ہے؟ اس قتل کے ''جرم'' میں جناب صوفی محمد حسین کو گرفتار کر لیا گیا۔ آپ عرصہ دراز تک رنج و محن سے دوچار رہے۔ یہی وجہ ہے جو آپ شادی نہ کر سکے۔ جب شادی نہ تھی تو اولاد کہاں سے؟ اس لیے آپ کے تذکرہ میں آپ کو لاولد لکھا جاتا ہے۔

(۴) صوفی عبدالرشید صاحب

حضرت محدّث وزیرآبادی علیہ الرحمۃ کے اس بیٹے کا نام صوفی عبدالرشید ہے۔ آپ نے انٹرنس کا امتحان پاس کر کے مدرسہ دارالحدیث سیالکوٹ میں اکتساب علم شروع کیا تھا۔ مگر ضروریات زندگی اور معاشی حالات کے پیش نظر تکمیل نہ کر سکے اور ملازمت کرنے لگے۔ اور حضرت والد گرامی علیہ الرحمۃ کی وفات کے بعد بیرون ملک چلے گئے۔ عراق اور انگلینڈ میں کافی عرصہ قیام پذیر رہے۔ بعد ازاں دہلی میں مستقل رہائش اختیار کر لی۔ اور وہاں آڑھت اور چمڑے کا کاروبار کرتے رہے۔ برصغیر پاک و ہند کی تقسیم کے بعد آپ پشاور منتقل ہو گئے۔ اور ڈرائی فروٹ کا کاروبار شروع کر دیا۔ پشاور میں آپ کے چھوٹے بھائی صوفی عبدالباسط صاحب ایشین میوچل انشورنس کمپنی میں ملازم تھے۔ ان دنوں پشاور کے گرین ہوٹل کی بلڈنگ میں اس کمپنی کا دفتر تھا۔ دونوں بھائی اکٹھے ہو گئے۔ آپ نے ۱۹۵۶ء میں وفات پائی۔

محترم صوفی عبدالرشید صاحب کو اللہ تعالیٰ نے کثیر اولاد عطا کی۔ آپ کے بارہ بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ صوفی عبدالرشید صاحب نے دو شادیاں کی تھیں۔ آپ کی ساری اولاد دوسری بیوی سے تھی۔ آپ کے بیٹوں اور بیٹیوں کی تفصیل یہ ہے:

(۱) امان اللہ صوفی مرحوم: ان کے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ بیٹوں کا نام محمد سلیمان اور محمد رضوان ہے۔

(۲) حامد محمود صوفی: ان کے تین بیٹے اور ۲ بیٹیاں ہیں۔ بیٹوں کے نام یہ ہیں' طارق صوفی' بلال صوفی' جبران صوفی۔

(۳) عبدالحفیظ صوفی مرحوم: ان کی اولاد نہیں تھی۔

(۴) خالد محمود صوفی: انہوں نے اپنے بڑے بھائی امان اللہ مرحوم کی بیوہ کو سہارا دینے کے لیے اس سے نکاح کر لیا تھا۔ ان کی اپنی کوئی اولاد نہیں ہے' بس وہی پچھلی اولاد ہی ہے۔

(۵) طارق محمود صوفی: اولاد نہیں ہے۔

(۶) ناصر محمود صوفی: ان کے دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ بیٹوں کے نام یہ ہیں' عبدالمنان' محمد عثمان۔

(۷) طاہر محمود صوفی: ان کا ایک بیٹا ہے اور ایک بیٹی۔ بیٹے کا نام زبیر صوفی ہے۔

(۸) ولی محمود صوفی: ان کے ۳ بیٹے اور ایک بیٹی ہے' بیٹوں کے نام یہ ہیں' جواد محمود' جنید محمود' عمار محمود۔ (یہ خاندان دوسروں کی بہ نسبت زیادہ دینی رجحان رکھتا ہے۔) آپ بیرون ملک بھی رہے۔ آج کل ماڈل ٹاؤن لنک روڈ لاہور میں رہائش پذیر ہیں۔ ابراہیم سنز لمیٹڈ فیروز پور روڈ میں مینجر ہیں۔ آپ کے حقیقی ماموں قاضی حمید اللہ آف سیالکوٹ تھے۔

(۹) ارشد محمود صوفی: ان کے ۴ بیٹے اور ۲ بیٹیاں ہیں۔ بیٹوں کے نام یہ ہیں' مامون'

ہارون‘ عاطف‘ عاصم۔

(۱۰) عبدالقادر صوفی: ان کی اولاد نہیں۔

(۱۱) فضل الرحمٰن صوفی: ان کی اولاد نہیں۔

(۱۲) قاسم صوفی: ان کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے۔ بیٹے کا نام عماد صوفی ہے۔

صوفی عبدالرشید صاحب مرحوم کی ۳ بیٹیاں ترتیب وار یہ ہیں:

(۱) خالدہ ادیب عالم: ان محترمہ کا کوئی بیٹا نہیں‘ البتہ ۲ بیٹیاں ہیں۔

(۲) حاجرہ بیگم: ان کے ۳ بیٹے اور ۳ بیٹیاں ہیں۔ بیٹوں کے نام یہ ہیں‘ اسد ضیاء حافظ نیر ضیاء‘ حافظ خیام۔ حافظ نیرّ ضیاء ماشاء اللہ زیور علم سے آراستہ ہو رہے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں آبائی مسند کا وارث بنائے۔ آمین ثم آمین۔

(۳) فاطمہ بیگم: ان کے ۲ بیٹے اور ۳ بیٹیاں ہیں۔ بیٹوں کے نام یہ ہیں‘ اظہر بابر‘ عمران بابر۔

(۵) صوفی عبدالباسط

آپ حضرت حافظ صاحب علیہ الرحمۃ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ یہ ابھی زیر تعلیم تھے کہ حضرت حافظ صاحب کا انتقال ہو گیا۔ ان کے ۲ صاحبزادے ہیں عبدالماجد اور عبدالجبار۔ اور دوسری بیوی سے ایک صاحبزادی سعیدہ بی بی بھی ان کے پسماندگان میں ہے۔ سعیدہ بی بی زوجہ نعمت اللہ صاحب راول ڈیم کے قریب اسلام آباد میں رہائش پذیر ہیں۔ ان کا ایک بیٹا علی اور ۳ بیٹیاں رضوانہ‘ سمیرا اور رخسانہ ہیں۔ نعمت اللہ صاحب نے سعودیہ میں کافی عرصہ گزارا آپ وہاں ڈرافٹسمین تھے۔

عبدالماجد صاحب کا کوہاٹ روڈ پشاور سمال انڈسٹریل اسٹیٹ میں فرنیچر بنانے کا کارخانہ ہے۔ اور دوسرے صاحبزادے عبدالجبار صاحب جرمن وڈ نامی ایک

فرم میں سروس کرتے ہیں۔

یہ تو ہوئے حضرت حافظ صاحب محدث وزیر آبادی علیہ الرحمۃ کے صاحبزادوں اور آگے ان کی اولاد کا مختصر تعارف۔ اب آپ کی صاحبزادیوں کے حالات اختصار سے ہدیۂ قارئین کیے جاتے ہیں:

آپ کی صاحبزادیاں

آپ کی ۳ صاحبزادیاں تھیں۔ زینب بی بی، عائشہ بی بی اور مریم بی بی۔

(۱) زینب بی بی

بڑی زیرک، دانا اور حوصلہ مند خاتون تھیں۔ گھر کے کام کاج کو شوق سے کرتی تھیں۔ مناسب دینی تعلیم سے آشنا تھیں۔ آپ کی شادی جناب مولوی عبداللہ آف سیالکوٹ سے کر دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ۳ بیٹے عطا فرمائے، بشیر فاروقی، نذیر فاروقی، اور منیر فاروقی۔ منیر فاروقی وہی ہیں جو جسٹس بنے۔ بیٹوں میں اس وقت کوئی زندہ نہیں۔ اللہ ان سب کی مغفرت فرمائے۔ آمین۔ آپ کی ایک بیٹی ہے نام زکیہ فاروقی ہے۔ یہ محترمہ بچوں والی ہیں اور ڈیفنس لاہور میں رہائش پذیر ہیں۔

جناب بشیر فاروقی مرحوم کے بڑے بیٹے میجر جنرل سلیم محمود فاروقی ہیں جو حال ہی میں ریٹائر ہوئے ہیں۔ راولپنڈی میں مقیم ہیں۔ ان کے دوسرے بیٹے سلیمان محمود فاروقی بہت عرصہ الخبر سعودیہ میں رہے۔ آپ کمپیوٹر ایکسپرٹ تھے۔ تیسرے بیٹے ڈاکٹر داؤد ناصر آئی سی آئی کمپنی (نزد گنگا رام) میں جنرل منیجر ہیں۔

جناب نذیر فاروقی مرحوم کے بڑے بیٹے شوکت محمود فاروقی ڈپٹی سیکرٹری حکومت پنجاب ہیں۔ ان کے چھوٹے بھائی شفقت محمود امریکہ میں ڈاکٹر ہیں۔

جناب جسٹس محمود فاروقی کے ۴ بیٹے ہیں: لیفٹیننٹ کرنل شاہد عمر فاروقی، زاہد محمود فاروقی، ڈاکٹر طاہر محمود فاروقی ڈینٹل سرجن ہیں۔ آج کل امریکہ میں ہیں۔ اور

چوتھے بیٹے جناب راشد محمود فاروقی پی آئی اے میں اچھے عہدے پر فائز ہیں۔

(۲) عائشہ بی بی

یہ حضرت محدث وزیر آبادی علیہ الرحمۃ کی دوسری بیٹی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو گوناگوں خوبیوں سے نوازا تھا۔ ان کے شوہر کا نام محمد دین قریشی ہے۔ یہ راولپنڈی میں مقیم ہیں۔ ان کے ۳ بیٹے اور ۳ بیٹیاں ہیں۔ بیٹوں کے نام امان اللہ' ظفر اللہ اور احسان اللہ اور بیٹیوں کے نام خورشید بیگم' خاتون جنت مرحومہ اور جمیلہ بیگم ہیں۔ جمیلہ بیگم لاہور میں مقیم ہیں۔

(۳) مریم بی بی

مریم بی بی زوجہ خان صاحب' خان صاحب زیادہ عرصہ عراق میں رہے پھر کراچی منتقل ہو گئے۔ ان کے تین بیٹے محمد اکرم' محمد انور اور محمد اصغر ہیں۔ تینوں وفات پا چکے ہیں۔ اور ۴ بیٹیاں ہیں رضیہ' صفیہ' زکیہ' سعیہ۔ رضیہ اور صفیہ بھی وفات پا چکی ہیں۔ رضیہ کا بیٹا میجر جنرل جمشید فی الحال ہی میں فوج سے ریٹائر ہوا ہے۔ بڑے بیٹے کا نام پرویز ہے۔

دو خصوصی انعام

اللہ تعالیٰ نے حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی کی اولاد و احفاد پر دو خصوصی انعامات کیے ہیں۔ ایک تو ان کو حافظ صاحب کے ساتھ نسبت و تعلق کا شرف بخشا ہے جس کی بنا پر ان میں دین پسندی اور شرافت موجود ہے۔ اور لوگوں کی نگاہ میں ان کی عزت ہے۔ اور دوسرے دنیوی طور پر انہیں آسودگی و فارغ البالی عطا فرمائی۔ اندرون ملک اور بیرون ملک دولت زر و سیم کے ساتھ ساتھ ان کو علم و ہنر کی بناء پر عزت و سرفرازی سے بھی ہمکنار فرمایا ہے۔

جو خدا کے ہو گئے ان کا خدا ہوا

بعض لوگ احساس کمتری کا شکار ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مولوی بن کر کیا کرنا ہے۔ مولوی بن کر آدمی غریب اور تنگ دست رہتا ہے اور دنیا سے کٹ جاتا ہے۔ وہ اپنی اولاد کے سامنے بھی ایسی انٹ شنٹ اور جاہلانہ باتیں کرتے رہتے ہیں۔ جس سے ان کی اولاد بھی دین سے نفور ہو جاتی ہے۔ اور اس طرح وہ گناہ گار بنتے ہیں۔ لیکن یہ حال ان لوگوں کا ہوتا ہے کہ جو رب پر توکل نہیں کرتے۔ اور دین کی تعلیم دنیا کے لیے حاصل کرتے ہیں۔ اور جو لوگ اللہ پر توکل کرتے ہیں۔ ہمہ وقت اللہ کی رضا کے طالب ہوتے ہیں۔ اور دین کو شوق و محبت سے حاصل کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ انہیں دارین کی عزتیں عطا فرماتا ہے۔ انہیں عزت بھی ملتی ہے دولت بھی اور شہرت بھی۔ اس سلسلے میں بے شمار نمونے پیش کیے جا سکتے ہیں۔ دور نہ جائیں اسی کتاب کے صفحات الٹ کر دیکھ لیں۔ حضرت استاد پنجاب رحمۃ اللہ علیہ کے معاصرین' اساتذہ اور طلباء میں آپ کو بڑے بڑے صاحب مرتبہ علماء نظر آئیں گے جن پر اللہ تعالیٰ کی خاص نظر کرم رہی ہے۔ خود حضرت مولانا عبدالمنان محدث وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کا خاندان بھی ایسے ہی خاندانوں میں شامل ہے۔ آپ کا خاندان بحیثیت مجموعی بڑا معزز و محترم اور خوشحال سمجھا جاتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں کونین کی بلندیاں اور سعادتیں عطا فرمائے۔ اور حضرت استاد پنجاب محدث وزیر آبادی کا صحیح جانشین بنائے۔ آمین۔

آپ کی مسجد' مدرسہ اور کتب خانہ

جامع مسجد منانیہ اہل حدیث وزیر آباد

یہ مسجد جو موتی بازار سے گلی پرانی آبکاری میں داخل ہو کر چوک جامع مسجد اہل حدیث میں واقع ہے اس کی اولین بنیاد ۱۲۹۵ھ میں رکھی گئی تھی اور شیخ غلام نبی ٹھیکیدار

جامع مسجد [illegible] کا اندرونی دلکش منظر

اللہ اکبر! یہی وہ باعظمت جگہ جہاں کبھی استادِ پنجاب علیہ الرحمۃ
قرآن وسنت کی صدائے دلنواز بلند کرتے تھے۔

حضرت استاد پنجاب رحمہ اللہ کی لائبریری جس کی عنقریب بہترین سیٹنگ اور توسیع کی جا رہی ہے

حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کا وہ مکان جہاں اب طالبات
بڑے ذوق وشوق سے زیور تعلیم سے آراستہ ہو رہی ہیں

اور پیر میر حید ر مرحوم کی کوششوں سے تعمیر ہوئی۔ یہ دونوں بزرگ سید عبداللہ غزنویؒ کے مرید تھے۔ اس وقت مسجد کا رقبہ پانچ یا چھ مرلہ کے لگ بھگ تھا۔ اور مسجد کا ایک ہی بڑا کمرہ تھا جس کی لمبائی کوئی پچاس فٹ' چوڑائی تیرہ چودہ فٹ اور اونچائی کوئی دس فٹ تھی۔ مسجد میں قبلہ رخ کھڑے ہوں تو دائیں جانب زمین پر دو کمرے تھے جن کے اوپر پھر دو کمرے تھے۔ ان کمروں میں طلباء رہائش پذیر تھے۔ مسجد کے ہال کے آگے دالان تھا۔ اور اس سے ملحق چھوٹا سا صحن۔ مسجد کی پوری عمارت قریب قریب کچی بنی ہوئی تھی۔ اسی مسجد میں امامت وخطابت کے فرائض' وزیرآباد آنے کے بعد حضرت حافظ عبدالمنان محدّث رحمتہ اللہ علیہ زندگی کے آخری لمحات تک خود انجام دیتے رہے۔ اگرچہ بالکل آغاز میں نہایت قلیل عرصہ حافظ صاحب نے جامع مسجد منانیہ کے بالکل قریب ایک مسجد جو برنے والی مسجد کے نام سے مشہور تھی جو اب بھی موجود ہے' میں قیام فرمایا اور وہاں درس وتدریس کرتے رہے۔ پھر جونہی اپنی مسجد تعمیر ہوگئی وہاں منتقل ہوگئے۔ اور تقریباً چالیس سال تک وعظ وتذکیر اور درس قرآن کا سلسلہ جاری رکھا۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔ حضرت حافظ صاحب کا انتقال ۱۶ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ بمطابق ۱۸ جولائی ۱۹۱۶ء کو ہوا۔

حافظ عبدالمنانؒ کی وفات کے بعد حافظ عمر دین صاحب نے اس خانہ خدا کو آباد رکھا۔ موصوف جو حافظ عبدالمنانؒ مرحوم کے زمانہ سے ہی مسجد میں تعلیم وتدریس کا کام کرتے تھے آپ کے بعد بھی جیسے تیسے کر کے انہوں نے مسجد ومدرسہ کا انتظام چلایا اور جمعہ وجماعت کے فرائض بھی ممکن حد تک ادا کیے۔ شیخ الحدیث حافظ عمر الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ نہایت متقی اور پرہیز گار تھے۔ اپنی گزر اوقات کے لیے چاندی کے ورق بنایا کرتے تھے۔ چونکہ ٹانگوں سے معذور تھے اس لیے انہوں نے تعلیم وتدریس کے ساتھ ساتھ اپنے حسب حال یہ شغل بھی اختیار کر رکھا تھا۔ تاکہ بےلوث

تعلیم و تدریس کے ساتھ معیشت بھی چلتی رہے۔ حضرت المحترم مولانا حافظ عمر الدین صاحب نے ۱۹۴۲ء تک مسجد و مدرسہ میں تعلیم و تدریس کا کام کیا۔ حضرت حافظ محمد یوسف صاحب سوہدروی' مولانا محمد بشیر صاحب آف ونجووالی' مولانا محمد اسحاق چیمہ فیصل آبادی جیسے اصحاب علم و فضل آپ ہی کی درسگاہ سے فیض کام ہوئے۔

جامع مسجد منانیہ کے خطباء

(۱) مولانا احمد دین گکھڑوی

شیخ الحدیث حافظ عمر الدین مرحوم کے بعد مولانا احمد دین گکھڑوی صاحب نے ان کی جگہ پر کام شروع کیا۔ مگر ایک ڈیڑھ سال کے بعد موصوف کو مسجد سے علیحدہ ہو جانا پڑا۔ کیونکہ ایک تو خود مولانا گرم اور خشک مزاج کے حامل تھے۔ دوسرے مسجد کی انتظامیہ بھی اپنے زوال پذیر معاشی حالات کی بنا پر مولانا کا کماحقہ خیال نہ رکھ سکی۔ حضرت مولانا گکھڑوی جس قدر لائق قابل اور اونچے درجے کے عالم تھے اس طرح ایک جگہ جم کر کام نہ کر سکے۔ گکھڑوی ہو کر گکھڑ جیسے بارونق جگہ میں کوئی قابل ذکر رول ادا نہ کر سکے۔

(۲) مولانا حافظ اسماعیل ذبیح

مناظر اسلام حضرت مولانا گکھڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد تقریباً دو سال تک مولانا حافظ محمد اسماعیل ذبیح نے یہاں دینی فرائض انجام دیے۔ بہترین مقرر اور سلجھے ہوئے عالم تھے۔ بیان توحید پر انہیں عبور حاصل تھا۔ اپنے عرصہ قیام کے دوران ان کے لیے بھی اپنے سلسلہ خدمات کو مزید آگے بڑھانا ممکن نہ رہا۔ نتیجۃً آپ سبکدوش ہو گئے۔ بعد ازاں حضرت العلام مولانا حافظ عبدالمنان مرحوم کے مشن سے خصوصی تعلق اور مکانی قربت کی بناء پر پھر کچھ عرصہ کے لیے مولانا احمد دین گکھڑوی سے درخواست کی گئی کہ تشریف لا کر مسجد و مدرسہ کی آبادی و رونق کا اہتمام کریں۔ چنانچہ مولانا

موصوف پھر تشریف لے آئے۔ مگر اب بھی آپ سال ڈیڑھ سال سے زیادہ یہاں قیام نہ کر سکے۔

(۳) مولانا محمد عبداللہ علوی

حضرت مولانا گکھڑوی کے بعد مولانا محمد عبداللہ علوی نے نماز باجماعت اور خطبات جمعہ کی ذمہ داری سنبھال لی۔ موصوف کا تعلق جماعت اسلامی پاکستان کے ساتھ تھا۔ آپ جماعت اسلامی وزیر آباد کے امیر بھی رہے۔ نہایت متدین اور سادگی پسند تھے۔ اخلاص وللّٰہیت آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ آپ کے عہد میں بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم وتحفیظ کی ذمہ داری حافظ سلطان احمد نے اٹھا رکھی تھی۔ مولانا محمد عبداللہ علوی پانچ چھ سال مسجد ہٰذا کی خدمت کرتے رہے۔

(۴) مولانا عبداللہ مظفر گڑھی

مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ وزیر آبادی کے بعد ان کی جگہ پر مولانا عبداللہ مظفر گڑھی تشریف لائے۔ بہت شیریں بیان اور خوش الحان تھے۔ آپ کے دور میں ایک خاص بات یہ ہوئی کہ پرانی مسجد کو شہید کر کے نئی تعمیر کی گئی۔ اور ہال میں مزید دو صفوں کا اضافہ کر کے گیلریوں سمیت تعمیر کیا گیا۔ لگ بھگ تین سال تک مولانا مظفر گڑھی نے یہاں خدمات انجام دیں اور اس کے بعد راولپنڈی صدر میں مرکزی مسجد اہل حدیث چک بازار کے خطیب مقرر ہو گئے۔ اور تا وفات وہیں خدمات سر انجام دیتے رہے۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَ ارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمُ الْجَنَّةَ الْفِرْدَوْسَ۔ آمین

(۵) مولانا محمد عبداللہ کلسوی

مولانا مظفر گڑھی کے بعد حضرت مولانا عبداللہ کلسوی یہاں رونق افروز ہوئے بڑے عالم اور بزرگ تھے۔ آپ پروفیسر حافظ ثناء اللہ حفظہ اللہ اور مولانا حافظ ظفر اللہ

حفظ اللہ مہتمم مدرسہ تحفیظ القرآن والحدیث داؤ فتحانہ (چیچہ وطنی) کے والد گرامی تھے۔ آپ تین سال تک جمعہ و جماعت کی ذمہ داریاں ادا کرتے رہے۔ مدرسہ کا نام تو بلا شبہ باقی رہا۔ مگر استاد پنجاب حضرت حافظ عبدالمنان محدّث رحمتہ اللہ علیہ کے زمانہ میں تدریس حدیث کا جو شہرہ آفاق کام اس میں ہوتا تھا اس کا سلسلہ قریب قریب ختم ہو گیا تھا۔ البتہ قرآن پاک کے حفظ و ناظرہ کا کچھ نہ کچھ اہتمام کیا جاتا رہا' جو مولانا عبداللہ کلسوی کے وقت بھی جاری تھا۔ بالآخر بعض اسباب و وجوہ کی بناء پر مولانا موصوف بھی یہاں سے رخصت ہو گئے اور محدّث وزیر آبادی کی یہ مسند پھر خالی ہو گئی۔

(۶) مولانا عبدالرحمٰن عتیق

مولانا عبداللہ کلسوی رحمتہ اللہ علیہ کے بعد ۱۹۶۱ء مولانا عبدالرحمٰن عتیق' حضرت المحترم مولانا محمد اسماعیل السّلفی رحمتہ اللہ علیہ کے حکم پر یہاں تشریف لائے۔ آپ نے شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل السّلفی اور حضرت مولانا حافظ محمد محدّث گوندلوی رحمھما اللہ سے علوم دینیہ کی تحصیل و تکمیل کی تھی۔ آپ کا تعلق خانیوال سے تھا۔ وہاں آپ کی زرعی زمین بھی تھی۔ وقت کی انتظامیہ سے آپ کی ان بن ہو گئی۔ آپ نے مشاہرہ کو ٹھکرا دیا مگر خودداری پر آنچ نہ آنے دی۔ رائے عامہ آپ کے حق میں تھی۔ علاوہ ازیں آپ مستقل مزاج اور مخلص تھے۔ آپ برابر خدمت دین اور اشاعت قرآن و سنت میں لگے رہے۔ آپ کے دور میں مسجد منانیہ میں بہت رونق رہی۔ اس کی بڑی وجہ آپ کا اخلاص' ایثار' خودداری اور سیرت کی پاکیزگی تھی۔ اللہ کے فضل سے آپ اس مسجد میں ۳۴ برس تک یعنی پوری زندگی خدمات بجالاتے رہے۔ اور اسی مسجد سے آپ کا جنازہ اٹھا۔ وزیر آباد کی تاریخ میں اتنا بڑا جنازہ کسی کا نہ دیکھا گیا۔ آپ کے خطبات اکثر ذکر موت اور فکر آخرت پر ہوتے تھے' اور بڑے مؤثر ہوتے تھے۔

آپ نے مسجد کی توسیع کی۔ مسجد سے ملحق دو مکان خرید کر مسجد میں شامل کر دیئے۔ البتہ باقاعدہ مدرسہ قائم نہ ہو سکا۔ اور سلسلہ درس نظامی کی ترویج نہ ہو سکی۔ ویسے حفظ و ناظرہ کی کلاسز چلتی رہیں۔ لیکن ان کا انداز بھی تقریباً رسمی رہا۔ مدرسہ کے استاد قاری محمد یوسف اختر تھے۔

(۷) مولانا قاری احمد علی توحیدی

مولانا توحیدی ۱۹۹۶ء میں جامع مسجد منانیہ میں تشریف لائے۔ آپ نے اللہ کی توفیق سے پچھلا گراف بحال رکھنے کی بہت کوشش کی ہے کیونکہ سابقہ معیار کو بحال رکھنا بجائے خود ایک کارنامہ تھا۔ آپ کی شبانہ روز مساعی سے ماشاء اللہ کافی رونق نظر آتی ہے۔ اس کے باوجود اس میں مزید محنت کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی ہر مشکل آسان فرمائے۔ دعا ہے کہ اللہ مالک الملک توحید و سنت کے اس قدیم مرکز کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔

آپ کا مدرسہ

مسجد کی محراب کی جانب واقع گلی' جو کرنل احمد حسین والی گلی کہلاتی ہے' کے کونے والے مکان کی بیٹھک میں حافظ صاحب پڑھایا کرتے تھے' چھوٹی اینٹ والا یہ مکان شکستہ حالت میں اب بھی موجود ہے۔ اس کی چھتیں گر چکی ہیں۔ اندر خودرو پودے اور گھاس پھونس اُگی ہوئی ہے۔ اس گلی میں ذرا آگے چل کر بائیں ہاتھ ایک تنگ سی گلی ہے جو پنجی والی گلی کہلاتی ہے۔ اس میں داخل ہو جائیں تو دائیں ہاتھ والا دوسرا مکان جو کھولا کھنڈر بن چکا ہے اس میں اب بھی وہ کمرہ سلامت موجود ہے' اگرچہ بوسیدہ حالت میں ہے۔ اس میں حضرت حافظ صاحب کی لائبریری تھی۔ دونوں مکانوں کے مابین فاصلہ کوئی ساٹھ ستر فٹ ہوگا۔ حافظ صاحب کو دوسرے مکان سے ضرورت کی ہر کتاب برائے استفادہ بآسانی دستیاب ہو سکتی تھی' تیسرا مکان جامع مسجد والی گلی میں

مسجد کے مین دروازے کے سامنے واقع ہے۔ روایت یہ ہے کہ یہ مکان حافظ صاحب کے بعد ان کے دوسرے بیٹے مولوی عبدالستار صاحب کے پاس تھا۔ جسے موصوف کے بیٹے محترم زکریا صاحب نے مسجد کے نام وقف کر دیا۔ چنانچہ آج کل مسجد کی انتظامیہ نے اس جگہ طالبات کے لیے خوبصورت مدرسہ بنوا دیا ہے۔ جہاں بحمد اللہ تعلیم کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔

دارالحدیث

حضرت شیخ الحدیث حافظ عبدالمنان رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں ان کا ''دارالحدیث'' تین جگہوں میں پھیلا ہوا تھا۔ مسجد کے کمروں میں طلباء کی رہائش تھی۔ گلی کرنل احمد حسین والی کے کونے والے مکان کی بیٹھک میں حافظ صاحب کی درسگاہ تھی۔ گلی پنجی والی میں واقع مکان ان کی درسگاہ کے لیے کتب خانے کا کام دیتا تھا۔ اور غالباً تیسرا مکان جو مسجد کے دروازے کے سامنے ہے اس کا کچھ حصہ حافظ صاحب کے خصوصی مہمانوں کے لیے مہمان خانہ ہوگا۔ مگر حافظ صاحب کے بعد مسجد میں ہی مدرسہ کے طلباء کی تعلیم و تدریس ہوتی تھی کہ مکانات تو ان کے ورثاء کے پاس تھے۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد مدرسہ ویسے ہی زوال پذیر ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے مولانا عبدالرحمٰن عتیق حفظہ اللہ کو یہاں خدمت کا کافی موقع دیا تھا۔ انہوں نے کچھ عرصہ سے طالبات کی درس نظامی کی باقاعدہ تعلیم کا اہتمام کر رکھا تھا۔ وہ سلسلہ پھر رک گیا۔ اور مسجد میں قاری محمد یوسف اختر صاحب بچوں کو حفظ و ناظرہ کی تعلیم دیتے تھے۔ مولانا حافظ احمد علی توحیدی صاحب کی آمد کے بعد انتظامیہ مسجد کافی متحرک دکھائی دیتی ہے۔ چنانچہ اب ماشاء اللہ مسجد کی ضروری تعمیر' مرمت اور طلباء کی تحفیظ و تعلیم کا اچھا کام ہو رہا ہے یہ کریڈٹ کافی حد تک مولانا قاری احمد علی توحیدی صاحب کو جاتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر کار خیر میں خطیب صاحب اور

انتظامیہ ومخلص احباب کے لیے آسانی فرمائے۔ نیز وہ استاد پنجاب حضرت العلام حافظ عبدالمنان محدّث رحمۃ اللہ علیہ کی ان باقیات الصالحات کو کتاب وسنت کی خالص و بے آمیز تعلیمات کا گہوارہ بنادے۔ یہاں سے ہدایت وتقویٰ کے وہ چشمے پھوٹیں جن سے سیراب ہونے والے قرآن وسنت کی خالص تعلیمات کے داعی بنیں۔

آپ کا کتب خانہ

استاد پنجاب حضرت محدّث وزیرآبادی ایک بحر العلوم شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کو علماء کی طرح اچھی اچھی علمی کتب کو جمع کرنے کا شوق تھا۔ جہاں سے بھی کوئی قیمتی کتاب آپ کو ملتی۔ اسے حاصل کرنے کی کوشش کرتے۔ خصوصاً تفسیر اور حدیث یا ان کی شروح سے تعلق رکھنے والی ہر کتاب کے آپ پروانے تھے۔ پنجی والی گلی میں واقع مکان کے اندر آپ کی لائبریری تھی۔ جو دو کمروں پر مشتمل تھی۔ متعدد الماریوں میں کتب بند کر کے سلیقہ سے رکھی گئی تھیں۔ محترم مولانا پروفیسر منیر احمد السّلفی حفظہ اللہ کا بیان ہے کہ ایک ملاقات پر مولانا عبدالرحمٰن عتیق نے فرمایا کہ حافظ صاحب کے ایک پوتے ایک بار یہاں تشریف لائے تو میں نے ان سے حافظ صاحب کی لائبریری دیکھنے کی خواہش کی۔ انہوں نے کتب خانے والے مقفل کمروں کو کھولا تو ناگوار سی بُو نے ہمارا استقبال کیا۔ جب کتابوں کی کو کھول کر دیکھا گیا تو کتب تقریباً بوسیدہ ہو چکی تھیں۔ تاہم بہت سی کتب قابل مطالعہ حالت میں تھیں۔ اگرچہ بعض کے اوراق باہم جڑے ہوئے تھے۔ اور ان کا رنگ بھی تبدیل ہو گیا تھا۔ میں نے کتابوں کی حالت کو دیکھ کر کہا کہ یہ کتابیں تو آپ کو بددعا ہی دیتی ہوں گی میرے منہ سے یہ کلمہ سن کر انہوں نے کہا کہ آپ اگر ان کو لے جانا چاہیں تو لے جا سکتے ہیں۔ مولانا نے ان کی رضامندی دیکھ کر طلباء کو حکم دیا کہ تمام کتب کو مسجد میں لے چلو۔ چنانچہ کتب خانہ سارے کا سارا ہم نے مسجد میں منتقل کر دیا اور پھر کتب کو سلیقہ کے ساتھ الماریوں میں رکھ کر مسجد میں وضوگاہ کے اوپر دو کمروں پر مشتمل ایک لائبریری قائم کر دی۔ جس میں

حضرت حافظ صاحب محدّث وزیر آبادی کا تمام کتب خانہ محفوظ کر دیا گیا۔

ایک مرتبہ مذکورہ پروفیسر صاحب نے مولانا عبدالرحمٰن عتیق سے لائبریری دیکھنے کی آرزو ظاہر کی تو موصوف نے انجمن کے سیکرٹری صاحب کے گھر سے چابی منگوائی۔ مگر بعد میں پتہ چلا کہ سیکرٹری صاحب کہیں بیرون شہر گئے ہوئے ہیں۔ نتیجۃً انہیں رات مسجد میں ہی گزارنا پڑی۔ صبح جب انہوں نے حافظ صاحب کا کتب خانہ دیکھا تو ہر اہم اور قیمتی کتاب پر حافظ صاحب کے نام کی مہر ثبت تھی۔ ایک انچ مربع کی اس مہر میں اوپر المنان نیچے عبد اور اس سے نیچے العائذ بالرحمٰن لکھا تھا۔ یعنی عبدالمنان العائذ بالرحمٰن۔ مطلب ''یہ کہ بہت احسان کرنے والے اللہ کا بندہ جو رحمٰن کی پناہ میں آنے والا ہے۔'' سیکرٹری صاحب نے ایک رجسٹر بھی دکھایا جس میں کتب کے ترتیب وار نام لکھے ہوئے تھے۔ اس کا آخری نمبر شمار ۱۴۱۳ تھا۔ تفسیر' حدیث شروع حدیث' کتب فقہ' درسی کتب' رجال' تاریخ' تصوف' لغت اور دیگر مختلف موضوعات پر ہر قابل ذکر اور اہم کتاب حضرت المحترم حافظ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے کتب خانہ میں موجود تھی۔ علاوہ ازیں بعض کتب پر عمر الدین عفی عنہ کی مہر بھی لگی ہوئی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ صاحب کے اولین جانشین شیخ القرآن والحدیث حضرۃ العلام مولانا حافظ عمر دین رحمتہ اللہ علیہ بھی کافی علم دوست اور بلند ذوق بزرگ تھے۔ اور ان کی کتب بھی حافظ صاحب کی کتب کے ساتھ ہی یکجا رکھی گئی تھیں۔

بہر حال یہ بھی غنیمت ہے کہ مولانا عبدالرحمٰن عتیق رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھوں حافظ صاحب کا کتب خانہ نسبتاً بہت بہتر اور محفوظ جگہ پر منتقل ہو گیا تھا۔ اب موجودہ انتظامیہ نے جہاں لاکھوں روپے کے مصارف سے مسجد کی تعمیر نو اور مرمت کی' وہاں اس عظیم لائبریری کو محفوظ کر رہی ہے۔ اب یہ مسجد دیکھنے کے قابل ہے۔ امید ہے آہستہ آہستہ مدرسہ اور لائبریری بھی اس کے شایان شان ہو جائے گی۔ اللہ اس چمنستان کو قیامت تک ہرا بھرا رکھے۔ آمین اللھم آمین۔
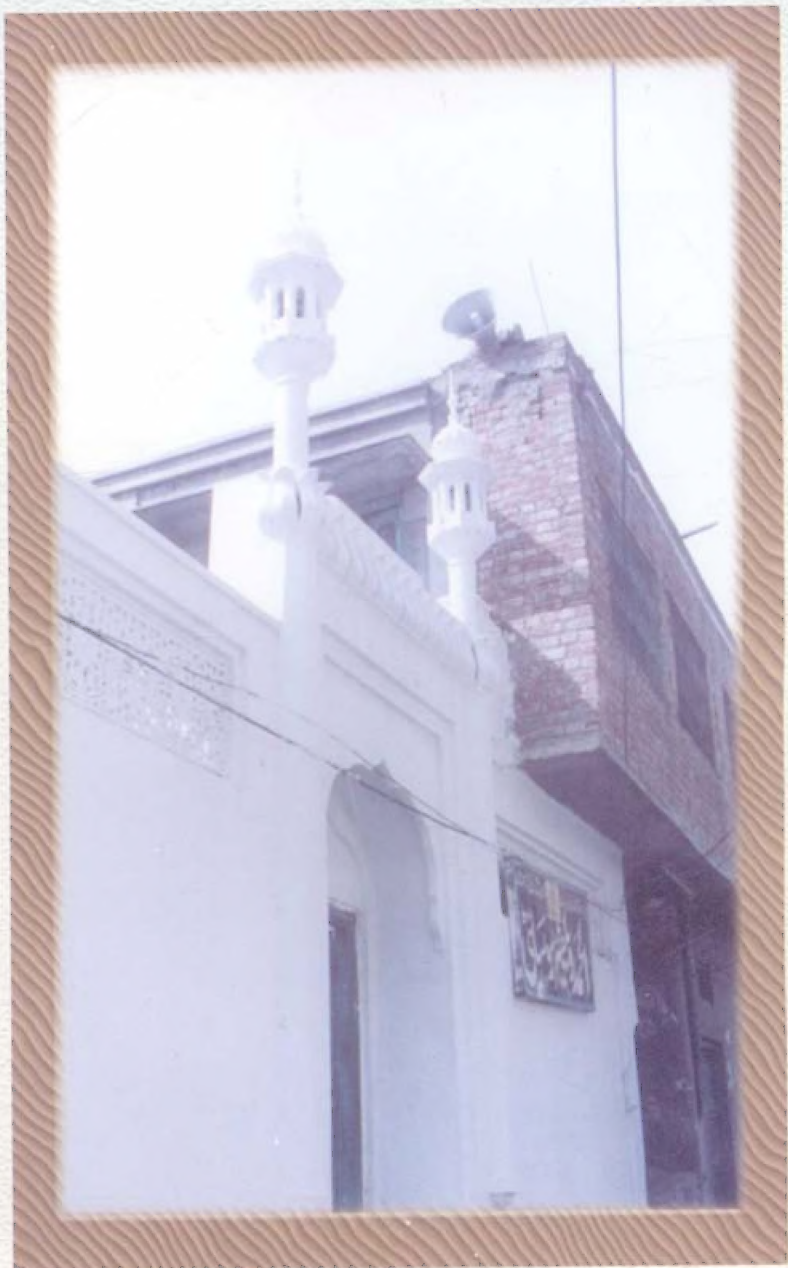
مسجد برنے والی وزیر آباد جہاں حضرت [illegible] وزیر آبادی اور شیخ الحدیث مولانا حافظ عمرو دین رحمہما اللہ کا قیام اور آنا جانا رہا۔